ماہنامہ

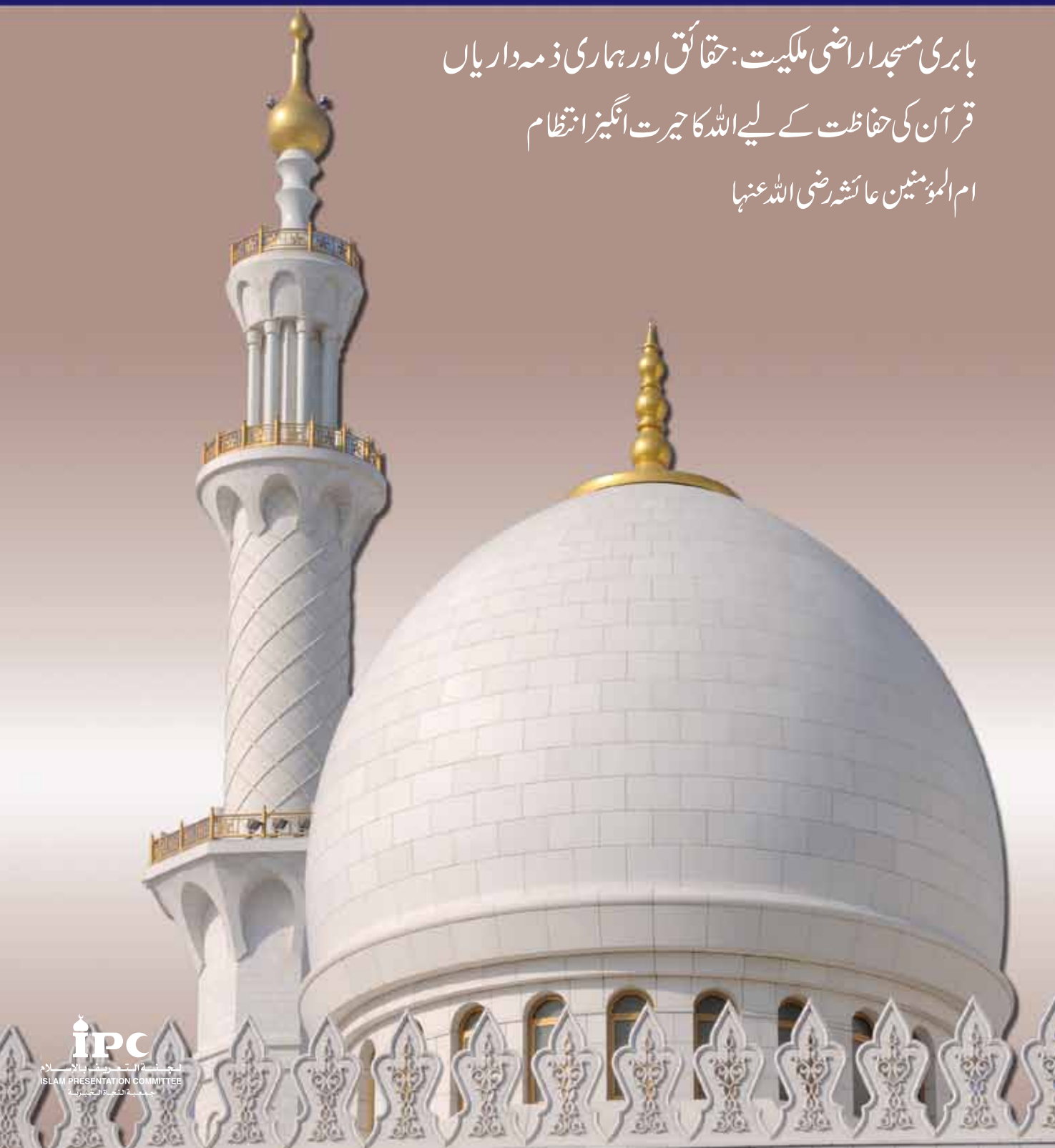
مصباح

مجلة "المصباح" ملحق مجلة "البشرى" (باللغة الأردوية) شمارہ:24 اکتوبر ۲۰۱۰ء بمطابق ذی القعدہ ۱۴۳۱ھ

بابری مسجد اراضی ملکیت: حقائق اور ہماری ذمہ داریاں

قرآن کی حفاظت کے لیے اللہ کا حیرت انگیز انتظام

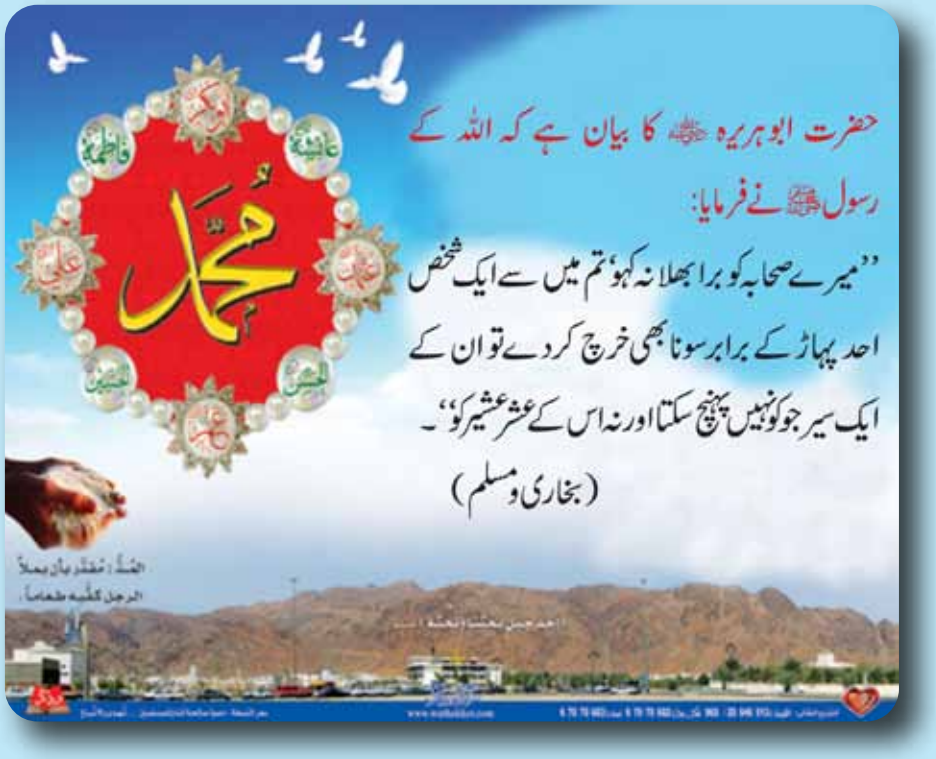
ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا



IPC
الهيئة التعريف بالإسلام
ISLAM PRESENTATION COMMITTEE
جمعية الدعوة الإسلامية

﴿وَالسَّابِقُونَ الأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّهُ عَنْهُمْ وَرَضُواْ عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَداً ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ (التوبة 100)

ترجمہ: ''وہ مہاجر وانصار جنہوں نے سب سے پہلے دعوت ایمان پر لبیک کہنے میں سبقت کی' نیز وہ جو بعد میں راستبازی کے ساتھ ان کے پیچھے آئے' اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے، اللہ نے ان کے لیے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے' یہی عظیم الشان کامیابی ہے''۔



سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

ہوں مرے ماں باپ قرباں اس مقدس نام پر
عائشہ کے سینکڑوں احسان ہیں اسلام پر
جس کی عفت کی گواہی دی کلام اللہ نے
جس کی غیرت کے نشاں ہیں دامنِ ایام پر
جس کو بخشا تھا پیمبر نے ''حمیرا'' کا لقب
مہر و مہ کی رونقیں قربان اُس کے نام پر
جس کے فرزندوں نے سیلِ بے کراں کے روپ میں
اپنی سطوت کے علَم لہرائے روم و شام پر
جس پہ باندھا تھا خدا کے دشمنوں نے اِتہام
آج تک انسان شرمندہ ہے اس الزام پر

شورش کاشمیری

ماہنامہ "المصباح" دلی، سلسلہ 3، شمارہ 10، جلد 1، اکتوبر 2010ء

مصباح

ماہنامہ

24 اکتوبر 2010ء بمطابق 15 ذوالقعدہ 1431ھ

سرپرست اعلیٰ
محمد اسماعیل انصاری

نگران اعلیٰ
خالد عبداللہ صبح

ایڈیٹر
سلمان عالم محمد زبیر تیمی

مساعد ایڈیٹر
اعجاز الدین عمری

مجلس ادارت
سید عبدالسلام عمری — شاہ عبدالسلام عمری
محمد شاہد اعظمی — محمد عزیر اعظمی
شاہ عبدالرحمٰن ہاشمی

رابطہ کا پتہ
ipc پوسٹ بکس نمبر: 1613 سلام 13017 کوڈ
فاکس : 22400057
فون نمبر : 22444117 EXT. 104,160
ای میل : nidaislam12@yahoo.co.in
مصباح ویب سائٹ : www.nidaislammagazine.com

ناشر
انٹرنیشنل پیس اسلام (ipc) کوڈ

گرافک ڈیزائن
ناصر ہلال

مجلس اشاعت اسلامی دعوت سنٹر
www.zubhrul.net
Tel. 99993072

اس شمارے میں

تجلیات	بادل اور سورج کی مثال: خالق اور مخلوق کے درمیان فرق	2
صدائے حرم	گھر کا سب سے بہتر پڑوسی	3
آئینہ رسالت	غذا اور اس کی قسمیں	3
داعیہ کی کرنیں	سوئٹزرلینڈ کے قبول اسلام کی کہانی	4
آیات	تقدیر پر ایمان	5
آیات	قرآن کی حفاظت کے لیے خدا کا جرأت انگیز انتظام	5
آیات	سورۂ یٰسین فہم وتدبر کے آئینہ میں	8
ذخیرۂ احادیث	کتب حدیث کی اقسام	10
سوئے حرم	حج مبرور	12
اسلام اور عصر حاضر	امریکہ مسلم دشمنی کا سبب	13
عالم اسلام	اسلام کو سمجھنے والے غیر مسلم دانشور	14
ملک وملت	ہندوستانی مسلمان	15
فکر ونظر	ایک خدا نہیں کا المیہ	15
فتاویٰ	آپ کے دینی مسائل اور ان کا حل	17
مکتوب گل	بارہا دیکھا ہے اس نے راستہ اکثر مجھے	18
خبر ونظر	عالمی خبریں	19
سماجیات	ipc کے شب وروز	20
پیام ادب	غزلیں	21



یہ رسالہ مفت تقسیم کے لیے ہے
خود پڑھیں اور دوسروں کو پڑھنے کے لیے دیں

کلمة العدد (المسجد النبوي، حقائق تاريخية وواجب الأمة نحوه) ◆ قبس من القرآن الكريم (يحوم البشر أشهى مأكولات العصر) ◆ قبس من الأحاديث النبوية (النذر وأقسامه) ◆ لماذا أسلمت ؟ ◆ الإيمان بالقدر ◆ .....وإنا له لحافظون ◆ تأملات في سورة يس ◆ أقسام كتب الأحاديث ◆ الحج رحلة المحبة ◆ مظاهر الإسراف في المجتمع الإسلامي السيدة أم المؤمنين سفيفة بنت الصديق رضي الله عنها ◆ مسلموا الهند ◆ تدبر القرآن الكريم ◆ الفتاوى الشرعية أوراق ذهبية ◆ أخبار العالم الإسلامي ◆ أخبار الجالية ◆ ساحة الشعر والأدب .

بابری مسجد اراضی ملکیت: حقائق اور ہماری ذمہ داریاں

شدت سے انتظار کرتے کرتے بالآخر وہ دن آ ہی گیا جس دن بابر کی تاریخی یادگار بابری مسجد کی قسمت کا فیصلہ سنا دیا گیا، اور مسجد کی اراضی قانون، اصول اور تاریخی حقائق کو بالائے طاق رکھتے ہوئے محض آستھا کی بنیاد پر تین حصوں میں بانٹ دی گئی، دو حصہ کے مالک ہندو ٹھہرائے گئے تو ایک حصہ مسلمانوں کی تحویل میں کیا گیا گویا یہ کسی جائیداد کی تقسیم کا معاملہ تھا جس کے ذریعہ دو فریق کو منانا مقصود ہو، حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان جیسے سیکولر ملک میں عدلیہ کے جانبدارانہ فیصلہ نے سیکولرزم کی دھجیاں بکھیر دی ہیں، ایک عام آدمی کو نفسیاتی کرب اور ذہنی الجھن میں مبتلا کر دیا ہے، مسلمان تو مسلمان انصاف پسند ہندو مؤرخین اور دانشور بھی اس فیصلہ پر انگشت بدنداں ہیں، ہندوستان کی مشہور مؤرخ رومیلا تھاپر نے اس فیصلہ کو سیاسی نوعیت کا قرار دیتے ہوئے کہا کہ یہ فیصلہ اس قدر خطرناک ہے کہ اس کے دور رس نتائج ہو سکتے ہیں، جب کسی زمین کو ہڑپ لینا ہو تو فسطائی تنظیمیں اسے کسی مقدس شخصیت کا جنم استھان قرار دیں گی، اس طرح فیصلہ ان کے حق میں چلا جائے گا۔ یہ تبصرہ ہے ایک غیر مسلم مؤرخ کا، اب ذرا زمینی حقائق پر نظر ڈال کر دیکھئے، توسیعی ذہنیت کے علمبردار یہ فرقہ پرست عناصر اسلام اور اہل اسلام کو ایک لمحہ کے لیے دیکھنا نہیں چاہتے، کیونکہ ان کی جڑ یہودیت سے ملنے لگی ہے، یہ صرف ایک بابری مسجد کا مسئلہ نہیں ہے، وشو ہندو پریشد نے کاشی اور متھرا سمیت تین ہزار مسجدوں کی لسٹ تیار کر رکھی ہے جن کے بارے میں وہ بہ انگ دہل اعلان کرتے ہیں کہ تمام مساجد مندر توڑ کر بنائی گئی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ 3 اکتوبر کے اخبارات میں مذکورہ تنظیم نے بیان دیا ہے کہ مسلمان متھرا اور بنارس کی مساجد سے دستبردار ہو جائیں۔ اس کے لیے انہوں نے باضابطہ مہم شروع کرنے کا اعلان کیا ہے۔ اور ادھر ہمارے بعض بھولے بھالے دانشور ہیں جو ہندو مسلم اتحاد، قومی یکجہتی اور نام نہاد حب الوطنی کے نام پر مسجد سے دست برداری کا راگ الاپ رہے ہیں، کچھ منافقین نے تو رام مندر کی تعمیر کے لیے پندرہ لاکھ روپے کے عطیہ کا اعلان بھی کر ڈالا تھا، مسلمانوں کے آستین میں چھپے ہوئے یہ سانپ ہیں جو اس طرح کی بذیان گوئی کرتے رہتے ہیں۔ ہمیں کہنے دیا جائے کہ اگر ہم نے فرقہ پرست عناصر کی بروقت نوٹس نہ لی، اور ان کے ہر فیصلے پر ایسے ہی سر جھکاتے گئے تو ہندوستان میں ہمارا عرصۂ حیات تنگ کر دیا جائے گا، صرف ایک بابری مسجد کا مسئلہ رہتا تو ہم اسے انگیز کر لیتے لیکن اب مسائل پہ مسائل اٹھیں گے، یہ ہندوستان میں ہمارے مستقبل کا مسئلہ ہے، ہمارے تشخص کا سوال ہے، مسلمان عزت کی زندگی گزارتا ہے ذلت کی نہیں، اور اس سے بڑھ کر ذلت کیا ہوگی کہ ہم اپنے مقدسات کو غیروں کے حوالے کر دیں، اور ہم کون ہوتے ہیں ان کے حوالے کرنے والے، یہ تو اللہ کے گھر ہیں، یہ توحید اور شرک کا مسئلہ ہے۔ حالات بہت نازک ہیں، یہ وقت کا تقاضا ہے کہ ہمارے ارباب حل وعقد مسئلے پر سنجیدگی سے غور کریں اور دانشمندانہ طریقے سے معاملہ سپریم کورٹ تک لے جائیں، انصاف پسند غیر مسلم ماہرین قانون سے بھی مشورہ کریں کیونکہ وہ ہمارے ساتھ ہیں۔

پھر اگر اس دستبرداری کی کوئی قانونی حیثیت ہوتی تو ایک بات تھی، جس رام کی جائے پیدائش کے نام پر فسطائی طاقتوں نے 6 دسمبر 1992ء میں بابری مسجد کو شہید کیا تاریخی حقائق سے کہیں اس کا ثبوت نہیں ملتا کہ بابری مسجد کی جگہ پر رام کی کوئی نشانی تھی۔ گذشتہ دنوں جب بابری مسجد کا معاملہ الہ آباد ہائی کورٹ میں تھا مولانا خالد سیف اللہ رحمانی حفظہ اللہ نے روزنامہ منصف میں ایک مضمون لکھا تھا ''ایک مظلوم عدالت کے کٹہرے میں'' جس میں انہوں نے تاریخی شواہد اور حقائق کی روشنی میں ثابت کیا تھا کہ بابری مسجد کا رام کی جائے پیدائش سے کوئی تعلق نہیں، اور بابر کو ظالم وجابر ٹھہرانا تاریخ کے ساتھ زیادتی ہے، وہ کیسے؟ سب سے پہلا سوال یہ ہے کہ رام جی کا صحیح معنوں میں وجود بھی تھا یا نہیں، تو بڑے بڑے ہندو دانشوروں نے کہا ہے کہ رام جی دراصل ایک افسانوی اور دیومالائی کردار ہے کسی حقیقی شخصیت کا نام نہیں ہے، اگر مان لیا جائے کہ رام جی کا صحیح معنوں میں وجود تھا اور وہ اجودھیا میں پیدا ہوئے تو سوال یہ ہے کہ اجودھیا سے کون سا علاقہ مراد ہے، آثار قدیمہ کے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ ایم وی کرشنا راؤ نے ثبوتوں کی بنیاد پر دعوی کیا ہے کہ اصل اجودھیا ہریانہ کا مقام ''بناولی'' ہے جبکہ دوسری طرف رامپور کے ایک پنڈت جی نے ثبوتوں کی بنیاد پر یہ دعوی کیا ہے کہ رام جی کی پیدائش کی اصل جگہ رام پور ہے، بعض مؤرخین کا یہ بھی ماننا ہے کہ رام کی سلطنت کی جگہ اجودھیا کے بجائے بنارس ہے، ہندوؤں کی مذہبی کتاب رامائن میں اجودھیا کا ذکر ملتا ہے لیکن اجودھیا کس مقام پر تھی اور رام جی کہاں پیدا ہوئے بالمیکی کے رامائن کے مطابق اجودھیا ساڑھے تیرہ میل کے فاصلے پر تھی اور مشرقی سمت میں تھی جبکہ آج کا اجودھیا لب سمندر اور مغربی سمت میں واقع ہے۔ پروفیسر سری واستو نے لکھا ہے کہ 1902ء میں رام جی کی جائے پیدائش کی تحقیق کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی تھی جس نے کافی تحقیق کے بعد دو مقامات کے بارے میں اندازہ لگایا کہ شاید یہ رام جی کی جائے پیدائش ہو، ان میں سے ایک کا نام رام جنم استھل اور دوسرے کا نام رام جنم بھومی ہے اور یہ دونوں جگہیں بابری مسجد کے علاوہ ہیں۔ بابری مسجد پانچ سو سال سے وہاں موجود ہے، تاریخ کے مختلف ادوار میں بڑے بڑے مؤرخین گذرے ہیں، بڑے بڑے رام بھگت پیدا ہوئے لیکن کسی نے یہ دعوی نہیں کیا کہ رام کی جائے پیدائش پر مسجد کی تعمیر عمل میں آئی ہے۔ پھر جس کے بارے میں یہ دعوی کیا جا رہا ہے اس کا مزاج بھی تو ویسا ہونا چاہیے جبکہ تاریخ بتاتی ہے کہ بابر مذہبی رواداری کا قائل تھا، ہندو پنڈتوں سے بہت عقیدت سے پیش آتا تھا، یہاں تک کہ بابر نے اپنے وصیت نامہ میں گاؤکشی سے منع کیا ہے تاکہ ہندوؤں کے مذہبی جذبات مجروح نہ ہوں۔ پروفیسر سری واستو نے اپنی پوری تحقیق کے بعد لکھا ہے کہ بابر پر الزامات اس کی شخصیت اور کردار سے قطعی میل نہیں کھاتے۔ یہاں تک کہ برطانوی سامراج کا دور آیا جنہوں نے ''پھوٹ ڈالو حکومت کرو'' کی پالیسی کے تحت جہاں اپنے بطن سے مرزا غلام احمد قادیانی کو جنم دیا تو دوسری طرف ان کے متعصب مؤرخین نے تاریخی حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کیا جس میں مسلم سلاطین پر یہ الزام لگایا کہ انہوں نے ہندو قوموں کو جبراً مسلمان بنایا اور ان کی مذہبی یادگاروں کو مسجد میں تبدیل کر دی تاکہ ایک طرف دنیا کو باور کرایا جا سکے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا تو دوسری طرف ہندوؤں اور مسلمانوں کے بیچ پھوٹ ڈال کر سیاست کی کرسی پر براجمان رہیں۔

بہر کیف یہ چند حقائق تھے جنہیں اس مناسبت سے پیش کرنا نہایت ناگزیر تھا تاکہ ہماری نئی نسل تاریخی شواہد اور موجودہ حالات سے باخبر رہے، جہاں تک پیش آمدہ مسئلے سے نمٹنے کا سوال ہے تو اس کے لیے ملت کے قائدین موجود ہیں جو اپنی دور اندیشی سے مناسب فیصلہ کریں گے البتہ انفرادی طور پر ہر مسلمان کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ موجودہ حالات سے سبق سیکھے اور مساجد سے ہماری اکثریت کا جو تعلق ٹوٹ چکا ہے اسے مستحکم کرے تاکہ ہم اپنے دعوی میں سچے ثابت ہو سکیں۔ اسی طرح غیر مسلموں میں دعوت کرنے کے لیے خود کو تیار کریں تاکہ گم کردہ راہ انسانیت کو بتایا جا سکے کہ انہوں نے جس شاخ نازک پر اپنا آشیانہ بنا رکھا ہے ہوا کا ایک جھونکا اسے زمین بوس کرنے کے لیے کافی ہے۔

صفات عالم محمد زبیر تیمی

http://safattaimi.socialgo.com/

مجلس کا سب سے لذیذ گوشت



﴿وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضاً أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتاً فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ(12)﴾ الحجرات

ترجمہ: اورتم میں سے بعض بعض کی غیبت نہ کرے، کیاتم میں سے کوئی اس بات کوگوارہ کرے گا کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے تمہیں تو گھن آئے گی۔اللہ سے ڈرو بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

تشریح: زیرنظرآیت کریمہ میں اللہ پاک نے زبان کی آفات میں سے ایک خطرناک آفت غیبت سے منع کیا ہے۔غیبت کیا ہے؟ ایک مرتبہ نبی پاک ﷺ نے اپنے اصحاب سے پوچھا: تم جانتے ہوغیبت کسے کہتے ہیں؟ لوگوں نے کہا: اللہ اوراس کے رسول زیادہ جانتے ہیں۔آپ نے فرمایا: تمہارا اپنے بھائی کا اس انداز میں ذکر کرنا جواسے برا لگے، لوگوں نے پوچھا: اگر میرے بھائی میں وہ عیب ہے جو میں بیان کررہا ہوں تو؟ آپ نے فرمایا: اگراس کے اندر واقعتاً وہ عیب پایا جاتا ہے تب ہی تو غیبت ہے، اگراس کے اندروہ عیب پایا ہی نہیں جاتا تب تو یہ بہتان ہے"۔(مسلم)

مذکورہ آیت کریمہ میں اللہ پاک نے غیبت سے روکتے ہوئے اس کی قباحت اس انداز میں بیان کی ہے جس کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں، ایک ایسے انسان کا تصور جو اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھارہا ہو، مردار کا گوشت کھانا خود ہی گھناؤنی بات ہے جس سے ہرانسانی طبیعت نفرت کرتی ہے، پھر گوشت بھی کسی مردار جانور کا نہیں بلکہ انسان کا اور انسان بھی کوئی غیر نہیں بلکہ اپنا بھائی، تصور کریں کہ کسی کا سگا بھائی اسکے سامنے مرا پڑا ہو اور وہ اس کے گوشت کو نوچ نوچ کر کھا رہا ہو، دل دہلا دینے والی مثال بیان کرکے اللہ تعالی نے اس جرم کی قباحت کی طرف اشارہ کیا ہے لیکن صد حیف آج ہماری مجلسوں کا سب سے لذیذ گوشت یہی سمجھا جاتا ہے، مزے لے لے کر اپنے سگے اور مردہ بھائی کا گوشت نوچ نوچ کر کھاتے اور ڈکار لگاتے ہیں، ہمیں اس میں اتنا لطف ملتا ہے کہ بار بار کھانے کے باوجود طبیعت نہیں اکتاتی، منہ سے مردے کا خون ٹپک رہا ہوتا ہے، گھناؤنی بدبو آرہی ہوتی ہے لیکن ہمارا ایسا کہ اترنے کا نام نہیں لیتا۔العیاذ باللہ۔اور ظاہر ہے جس کی دنیا میں ایسا ذائقہ دار گوشت کھانے کی عادت بن گئی ہو، آخرت میں اس سے کیونکر محروم رکھا جائے گا لیکن وہاں تو کوئی انسان ملے گا نہیں کہ اس پر حملہ کرے، اس لیے اپنا ہی چہرہ نوچتا پھرے گا اس حدیث پر غور کیجیے: ''معراج کی شب میرا گذر ایک ایسی قوم سے ہوا جن کے ناخن تانبے کے تھے جن سے اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے، میں نے جبریل امین سے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے اور ان کی غیبت کرتے تھے''۔(ابوداؤد)

حضرت صفیہؓ پست قد تھیں، ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے نبی اکرم ﷺ سے کہہ دیا کہ صفیہ میں سے فلاں فلاں چیز آپ کے لیے کافی ہے۔(مراد قد کا چھوٹا ہونا ہے) نبی کریم نے فرمایا: لقد قلت كلمة لو مزجت بماء البحر لمزجته. (ترمذی) ''تو نے ایسی بات کہہ دی کہ اگر اسے سمندر کے پانی میں ملا دیا جائے تو سارا پانی گدلا ہوجائے''۔

تو آیئے آج ہی سے یہ عہد کریں کہ ہم سب کسی صورت میں اپنے مردہ بھائی کا گوشت نہ کھائیں گے یعنی کسی کی غیبت ہرگز نہ کریں گے۔ اللہ تعالی ہمیں اس کی توفیق دے۔آمین یارب العالمین

نذر اور اسکی قسمیں



عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ نَذَرَ أَنْ يُّطِيْعَ اللّٰهَ فَلْيُطِعْهُ وَمَنْ نَذَرَ أَنْ يَّعْصِيَ اللّٰهَ فَلَا يَعْصِهِ"

(أخرجه البخاری)

ترجمہ: سیدہ عائشہؓ کا بیان ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص اس بات کی نذر مانے کہ وہ اللہ تعالی کی اطاعت کرے گا تو اسے اللہ تعالی کی اطاعت کرنی چاہیے [اپنی نذر پوری کرنی چاہیے] اور جو شخص نذر مانے کہ وہ اللہ تعالی کی نافرمانی کرے گا تو وہ اللہ تعالی کی نافرمانی نہ کرے''۔(صحیح بخاری)

تشریح: اپنے آپ پر کسی چیز کو واجب کرلینے کا نام نذر ماننا یا منّت ماننا ہے۔اور نذر کی کئی ایک قسمیں ہیں:

(1) نذر کبھی مطلق ہوتی ہے جیسے ''میں نذر مانتا ہوں کہ روزانہ پچاس رکعت نفل پڑھوں گا'' یا ''میں اللہ تعالی سے یہ عہد کرتا ہوں کہ ہر ماہ دس دن کا روزہ رکھوں گا''۔شرعی طور پر ایسی نذر ماننا پسندیدہ اگرچہ نہیں ہے لیکن اگر نذر مان لی گئی تو اس کا پورا کرنا فرض وواجب ہے۔یہ نذر ناپسندیدہ اس لیے ہے کہ بندے نے اپنے اوپر ایک ایسی چیز کو واجب کرلیا جو اس پر شرعی طور پر واجب نہیں تھی اور بہت ممکن ہے کہ اس کی ادائیگی سے عاجز آجائے۔

(2) نذر کبھی کسی سبب کے ساتھ معلق کی جاتی ہے، جیسے ''اگر میرا بچہ شفایاب ہوگیا تو اللہ کے لیے ایک بکرہ ذبح کروں گا''۔یہ نذر پہلی صورت سے بھی زیادہ ناپسندیدہ ہے، نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا: "نذر نہ مانو اس لیے کہ نذر تقدیر سے کسی چیز کو دور نہیں کرتی، سوائے اسکے کہ نذر کی وجہ سے بخیل کچھ مال خرچ کردیتا ہے" (بخاری ومسلم)

گویا یہ شخص اللہ کی راہ میں اسی وقت خرچ کرے گا جب اس کا کسی قسم کا فائدہ ہوگا اور اگر اس کا کوئی فائدہ نہ ہوا تو اللہ تعالی کے راستے پر خرچ نہ کرے گا۔البتہ اس کا بھی پورا کرنا ضروری اور واجب ہے۔

(3) نذر کی ایک تیسری صورت وہ ہوتی ہے جس میں بندہ اللہ تعالی کی نافرمانی کی نذر مانتا ہے، جیسے کوئی یہ کہے: ''میرا یہ کام ہوجائے تو فلاں مزار پر چراغ جلاؤں گا یا چادر چڑھاؤں گا''، یا کسی سے ناراض ہوکر اس سے بات نہ کرنے کی نذر مان لے۔اس نذر کا حکم یہ ہے کہ اس کا پورا کرنا جائز نہیں ہے بلکہ بسا اوقات اس نذر کا پورا کرنا کفر وشرک تک پہنچا دیتا ہے، البتہ اس نذر کو توڑنے کی وجہ سے اس پر قسم کا کفارہ واجب ہوگا نبی ﷺ کا ارشاد ہے: ''کسی گناہ کے کام کی نذر نہیں ہے اور اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے'' (سنن ابی داؤد، سنن الترمذی)۔یعنی اگر کوئی شخص کسی گناہ کے کام کی نذر مانتا ہے تو اس پر واجب ہے کہ اس نذر کو پورا نہ کرے بلکہ اسے توڑ دے اور قسم کا کفارہ ادا کرے۔

قسم کا کفارہ: قسم کا کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کیا جائے، یا (10) دس مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے یا (10) دس مسکینوں کو کپڑا پہنایا جائے، اور اگر ان تینوں کاموں میں سے کوئی ایک کام بھی کرنے کی استطاعت نہ ہو تو (3) تین دن کا روزہ رکھ لے۔

سونیا جین کے قبول اسلام کی کہانی

میرا نام سونیا جین تھا، چاندنی چوک دہلی میں جین مت کے ایک مذہبی گھرانے میں ۲ جون ۱۹۷۵ء کو میں پیدا ہوئی۔ میری ماں مومنہ خاتون (سابقہ نرملا جین) کا قبول اسلام کے بعد دو سال قبل انتقال ہوا۔ (اللہ تعالی اپنے سایۂ رحمت میں ان کو جگہ دے۔ آمین) جب کہ میرے والد پون کمار جین میرے بچپن ہی میں چل بسے تھے۔ میری بہن انورادھا جین جو فی الحال گجرات میں اپنے بال بچوں کے ساتھ مقیم ہیں، ان پر بھی اسلام کی سچائی واضح ہوچکی ہے۔ اس کا وہ بار بار اظہار کرچکی ہیں، لیکن اپنے شوہر کی وجہ سے پس وپیش میں ہیں۔ اللہ تعالی انہیں جلد ہی ہدایت کی توفیق دے۔ آمین۔ ہم سب ان کے لیے دعا کررہے ہیں۔ میرا ایک بھائی بھی ہے جس کا نام پلے پارول کمار گپتا تھا، اب مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد محمد عمران ہے۔

میں نے چاندنی چوک کے جین اسکول میں بارہویں پاس کی۔ اس کے بعد تعلیم ترک کردی، البتہ گھر پر رہ کر کچھ کچھ پڑھ لیا کرتی تھی۔ میں اپنی ماں اور دوسرے رشتہ داروں کے ساتھ جین مندر بھی جایا کرتی تھی، جہاں ہم سب پاٹھ میں شرکت کرتے، پوجا کرتے، پری کرما کرتے، (پھیرے لگاتے)۔

ہمارا ماحول اس وقت پورا جینی تھا۔ کسی دوسرے ماحول کی ذرا بھی جانکاری نہیں تھی، جین مندروں میں جب ہمارے رشتہ دار بالکل ننگے سادھوؤں کے چرنوں کو چھوتے تو میں ہمیشہ اسے نفرت کی نگاہ سے دیکھتی۔ میری نگاہیں شرم کے مارے زمین میں گڑ جایا کرتی تھیں۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کرتا تھا کہ آخر ایسا کیوں ہوتا ہے؟ لیکن چونکہ ہمارے رشتے دار ایسا کرتے تھے اور ہم دیکھتے آرہے تھے، اس لیے میں چپ سادھ لیتی۔

اسی طرح زندگی کے دن گزرتے رہے حتی کہ میں ۱۹ سال کی ہوگئی۔ میری ماں ان دنوں ایک کمپیوٹر ڈیزائننگ اینڈ پروسیسنگ کمپنی میں کام کرتی تھیں۔ اس کمپنی کے پروپرائٹر محترم عشرت صاحب تھے، جو اب میرے رفیق حیات ہیں۔ عشرت صاحب کا رویہ اپنے اسٹاف کے ساتھ مساویانہ تھا۔ وہ سارے اسٹاف کے ساتھ ایک دسترخوان پر بیٹھ کر لنچ کیا کرتے تھے، جہاں مسلمانوں کے علاوہ دوسرے مذاہب کے ماننے والے بھی شامل ہوتے تھے۔ ان میں شاکاہاری (سبزی خور) بھی تھے اور مانساہاری (گوشت خور) بھی۔ ہم لوگ شدھ شاکاہاری (خالص سبزی خور) تھے، لیکن میری ماں نے سب کے ساتھ کھانے پر کمپرومائز کرلیا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد وہاں ایک آسامی نکلی تو میری ماں نے مناسب سمجھا کہ میں بھی ان کے ساتھ کام کروں۔ یہ جنوری ۱۹۹۵ء کی بات ہے، جب میں پہلے روز وہاں کام کرنے آئی تو میری ماں اس بات پر کافی پریشان تھیں کہ میں کس طرح سب کے ساتھ مل کر لنچ کروں گی؟ جبکہ وہاں دوسرے اسٹاف مانساہاری (گوشت خور) بھی ہیں، اس لیے انہوں نے سب سے پہلے عشرت صاحب سے بات کی کہ میں تو آپ لوگوں کے ساتھ مل کر کھالیتی ہوں، لیکن میری بیٹی سونیا جین بڑی مذہبی ہے اور شدھ شاکاہاری (خالص سبزی خور) ہے، وہ ہمارے ساتھ کھانا کھانے کے لیے رضامند نہیں ہے، اس لیے وہ الگ تھلگ کھالیا کرے گی۔ عشرت صاحب نے ان کی بات سن کر مجھے آفس میں طلب کیا اور پوچھا:

آپ کو گوشت یوں ہی ناپسند ہے یا آپ کے نزدیک یہ پاپ ہے؟

''یہ تو بہت بڑا پاپ ہے''۔ میں نے اپنے علم کے مطابق جواب دیا، جو میں اپنے پرکھوں سے سنتی آئی تھی۔

''اگر یہ پاپ دنیا سے ختم ہوجائے اور سارے ہی لوگ سبزی کھانے لگیں تو کیسا رہے گا؟''۔ عشرت صاحب نے پوچھا

''یہ تو بہت اچھا رہے گا۔'' میں نے جواب دیا: انہوں نے کہا: ''اچھا یہ بتاؤ کہ اس وقت آلو کا کیا بھاؤ ہے؟'' میں نے کہا: ''یہی کوئی چار پانچ روپے کلو۔'' انہوں نے کہا: ''اگر سب لوگ گوشت خوری ترک کردیں اور ساگ سبزی کھانے لگیں تو آلو سو روپے کلو ہوجائے گا، کیوں کہ ۹۵ فیصد لوگ مانساہاری (گوشت خور) ہیں، پھر بتائیے کہ سب کے جیون (زندگی) کی گاڑی کیسے چلے گی اور لوگ کس طرح سے اپنا پالن پوسن (گزر بسر) کریں گے؟''

ان کی بات سن کر میری عقل کی پرتیں کھل گئیں اور میری سمجھ میں آگیا کہ جو بات وہ کہہ رہے ہیں صحیح کہہ رہے ہیں۔ یہی میرا ٹرننگ پوائنٹ تھا، جب میں نے عقیدت سے نہیں عقل سے سوچا۔ میں نے اسی دم سب کے ساتھ مل کر کھانے کے لیے حامی بھرلی اور اتنا ہی نہیں، بلکہ جب کھانے پر بیٹھی تو عشرت صاحب کے ٹفن میں سے مرغ کی ٹانگ بھی حلق سے اتر گئی۔

عشرت صاحب اس کے بعد وقتاً فوقتاً مجھے اسلام کے بارے میں بتاتے رہے اور میں ان کی باتوں کو بڑے غور سے سنتی اور اپنی عقل کا استعمال کرتی تو عقل بھی انہیں کی باتوں کی تصدیق کرتی۔ دھیرے دھیرے میری اسلام میں دلچسپی ظاہر ہونے لگی۔ ایک دن عشرت صاحب نے دنیا کے نقشے کو سامنے رکھ کر بتایا کہ مکہ دنیا کا مرکز ہے، جہاں سے اسلام کی روشنی برابر دنیا کے کونے کونے میں پہنچتی ہے، جس طرح کمرے کے سنٹر میں بلب روشن ہو تو اس کی روشنی کمرے کے ہر جانب برابر جاتی ہے، اس کے برعکس جین دھرم صرف ہندوستان میں محصور ہے اور اس کا پھیلاؤ ممکن نہیں۔ یہ بات میرے دل کو چھوگئی۔

پھر میرا ضمیر دن بہ دن مجھے کچوکے لگانے لگا کہ میں غلطی پر ہوں اور اسلام ہی اصل سچائی ہے۔ جب بھی عشرت صاحب مجھے کوئی بات بتاتے تو وہ اس سلسلہ میں عقلی اور منطقی استدلال کرتے اور یہی وہ بات تھی، جس کے آگے مجھے ڈھیر ہونا پڑا۔ دوسری بات یہ تھی کہ خود عشرت صاحب کا رویہ اپنے اسٹاف کے ساتھ بڑا نرم تھا۔ وہ سب کے ساتھ مساویانہ سلوک روا رکھتے اور ہر ایک کے ساتھ بڑی شفقت ومحبت کا معاملہ کرتے۔ ان کا اخلاق بڑا کریمانہ تھا۔ انہوں نے جین دھرم میں مہاویر سوامی کی پرتیما (مورتی) کی جو تشریح کی، میں اس سے بہت متاثر ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ ان کا خود کا پہناوا ننگ (عریانیت) تھا اور وہ دوسرے لوگوں کو کپڑے پہننے کے لیے کہہ رہے ہیں۔ یہ قول و عمل کا تضاد میری سمجھ سے بالاتر تھا۔ ان سب وجوہات کی بناء پر میرا دل اسلام کی طرف مائل ہونے لگا۔

۱۴ مارچ ۱۹۹۵ء میری زندگی کا وہ مبارک دن تھا، جب میں مشرف بہ اسلام ہوئی۔ عشرت صاحب کا یہ معمول تھا کہ وہ ہر جمعہ کو آفس بند کرکے سورۂ کہف تلاوت کرتے تھے۔ میرے اندر تجسس ابھرا کہ وہ اتنے اہتمام سے کیا پڑھتے ہیں؟ جب میں نے ان کو سورۂ کہف کی تلاوت کرتے سنا تو میرے دل کی اندرونی کیفیت کچھ عجیب سی ہوگئی۔ ایک طرح کی بیداری پیدا ہوگئی۔ پھر عشرت صاحب نے مجھ سے کہا کہ تم آگ کا ایندھن بننے سے کب بچوگی؟ میں نے ازخود فی البدیہہ میں کہا کہ بہت جلد.... انہوں نے کہا کہ کیا خبر، یہ سانس جو تم لے رہی ہو، آخری ہو؟ پھر اچانک میں بڑے جوش میں بولی کہ ابھی اور اسی وقت!.... پھر عشرت صاحب نے مجھے کلمہ پڑھایا اور میں مسلمان ہوگئی۔ میں نے اسی دم یہ دعا کی ''اے اللہ! جس طرح تو نے مجھے آگ سے بچایا ہے، اسی طرح میری ماں اور میرے بھائی کو بھی بچالے''۔ اللہ تعالی کے یہاں میری یہ دعا بھی قبول ہوگئی۔ شروع میں تو میری ماں اور بھائی دونوں نے میری مخالفت کی۔ میرا بھائی تو عشرت صاحب کا جانی دشمن ہوگیا، لیکن جب میں نے ان کو خود اسلام کے بارے میں کچھ معلومات دیں اور بتایا کہ میں نے بہت سوچ سمجھ کر یہ قدم اٹھایا ہے، پھر ان کے سامنے نماز وغیرہ پڑھنے لگی تو وہ بہت متاثر ہوئے اور دونوں نے ہی اللہ کے فضل سے اسلام قبول کرلیا۔

میری ماں نے میری شادی عشرت صاحب سے کردی، جن کی بیوی کا کینسر کے مرض میں شادی کے تین چار سال بعد انتقال ہوگیا تھا۔ ان کے تین بچے تھے۔ ان بچوں سے مجھے جو پیار ملا اور کہیں نہیں ملا۔ میرا ان سے بہت گہرا رشتہ ہے۔ میں اس پر اللہ کا جتنا شکر ادا کرتی ہوں کم ہے۔ (بقیہ صفحہ 16 پر)

افادات: علامہ محمد بن صالح العثیمینؒ
ترجمانی: کرم اللہ عبدالرؤف مدنی (کویت)

قضاء وقدر پر ایمان

گذشتہ شمارہ میں عرض کیا گیا تھا کہ علمائے کرام نے قضاء وقدر پر ایمان لانے کے چار مراتب بیان کیے ہیں، علم، کتابت، مشیت اور تخلیق، جن میں پہلے اور دوسرے مرتبے پر گفتگو ہو چکی ہے، ذیل کے سطور میں ان مراتب کا تتمہ اور تقدیر کو حجت بنانے کی حقیقت پیش خدمت ہے:

تیسرا مرتبہ/مشیئت: یعنی آپ اس بات پر ایمان رکھیں کہ اللہ کی مشیت ہی سے کوئی چیز وجود میں آتی ہے اور کسی چیز کے نہ ہونے میں بھی مشیت ایزدی ہی کارفرما ہوتی ہے، اللہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا، رہا معاملہ اللہ کے اعمال وافعال کا تو وہ بغیر کسی اشکال کے اللہ کی مشیت سے ہوتے ہیں مثال کے طور پر پیدا کرنا، روزی دینا، زندہ کرنا اور مارنا وغیرہ اور ایسے ہی مخلوقات کے اعمال وافعال بھی اللہ ہی کی مشیت سے انجام پاتے ہیں۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے ﴿وَلَوْ شَاء اللّهُ مَا اقْتَتَلُواْ وَلَكِنَّ اللّهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ﴾ "اور اگر اللہ تعالی چاہتا تو یہ آپس میں نہ لڑتے لیکن اللہ تعالی جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ (البقرۃ:253)

قتل وقتال بندوں کا کام ہے پھر بھی اللہ نے اسکو اپنی مشیت پر چھوڑ رکھا ہے۔ اور ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَمَا تَشَاؤُونَ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ﴾ ترجمہ "اور تم بغیر پروردگار عالم کے چاہے کچھ نہیں کر سکتے" (التکویر:29)

معلوم ہوا کہ ہمارے اعمال وافعال مشیت ایزدی کے تحت ہی سرانجام پاتے ہیں۔

عقلی دلیل: کیا یہ کہا جائیگا کہ مخلوق اللہ کی ملکیت ہے؟ ہاں ضرور، اور جب معاملہ ایسا ہے تو کیا یہ ممکن ہے کہ اللہ کی ملکیت میں کوئی ایسی چیز ہو جس کو وہ نہیں چاہتا؟ ممکن نہیں، پتہ چلا کہ جب ہر جگہ اللہ ہی کی ملکیت وحکمرانی ہے تو اس کی ملکیت میں کوئی ایسی چیز نہیں ہو سکتی جس کو وہ پسند نہیں کرتا اور اگر ایسا ہو جائے تو پھر اس کی ملکیت نا تمام رہ جائے گی اور اس کی ملکیت میں اس کے علم اور اختیار کے بغیر چیزیں رونما ہونا شروع ہو جائیں گی۔

چوتھا مرتبہ: تخلیق: اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالی نے ساری مخلوقات کو پیدا کیا، چنانچہ ہم اس بات پر ایمان رکھیں کہ اللہ سبحانہ وتعالی ہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے ﴿وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهُ تَقْدِيراً﴾ (الفرقان:2) "اور ہر چیز کو اس نے پیدا کر کے ایک مناسب اندازہ ٹھہرا دیا ہے" اور فرمان الہی ہے: ﴿اللّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ﴾ "اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی ہر چیز پر نگہبان ہے" (الزمر:62)

اس قبیل کی بے شمار آیات ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ تمام چیزیں اللہ تعالی کی پیدا کی ہوئی ہیں یہاں تک کہ انسان کے افعال بھی اللہ ہی کی مخلوق ہیں گرچہ وہ انسان کے اپنے اختیارات وارادے سے انجام پاتے ہیں، اس طور پر کہ انسان کا کوئی بھی کام پختہ ارادے اور کامل اختیار کی بنیاد پر ہی تکمیل پاتا ہے مثال کے طور پر آپ کے سامنے 60 کیلو کا پتھر ہے اور میں نے آپ سے کہا اس پتھر کو اٹھائیے، آپ نے کہا کہ میں اس کو اٹھانا نہیں چاہتا، تو یہاں سرے سے پتھر اٹھانے کا ارادہ ہی نہیں پایا جاتا، پھر میں نے آپ کو پتھر اٹھانے کو کہا تو آپ نے کہا: ہاں میں اسکو اٹھاؤنگا، اور آپ نے پتھر اٹھانے کا ارادہ کیا لیکن اٹھا نہ سکے، پھر تیسری مرتبہ میں نے آپ کو پتھر اٹھانے کو کہا تو آپ نے حکم مانتے ہوئے اسکو سر پر اٹھا ڈالا تو یہ اٹھانا آپ کی قدرت وارادہ کی بنا پر تھا۔

گنہگاروں کا تقدیر سے حجت پکڑنا

سوال: جب ہر چیز اللہ کی مشیت اور قضاء وقدر سے ہوتی ہے تو کیا ایک چور اپنی چوری پر قضاء وقدر کو حجت بنا سکتا ہے؟

جواب: بالکل نہیں کیونکہ گناہ کر کے تقدیر پر حجت نہیں پکڑا جا سکتا، اس کی دلیل اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُواْ لَوْ شَاء اللّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلاَ آبَاؤُنَا وَلاَ حَرَّمْنَا مِن شَيْءٍ كَذَلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ حَتَّى ذَاقُواْ بَأْسَنَا﴾ (الانعام:148)

"یہ مشرکین (یوں) کہیں گے کہ اگر اللہ کو منظور ہوتا تو نہ ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم کسی چیز کو حرام کہہ سکتے، اسی طرح جو لوگ ان سے پہلے ہو چکے ہیں انہوں نے بھی تکذیب کی تھی یہاں تک کہ انہوں نے ہمارے عذاب کا مزہ چکھا"۔

گنہگار کے گناہ پر تقدیر سے حجت پکڑنے کے غلط ہونے پر اللہ تعالی کا یہ فرمان بھی دلالت کرتا ہے ﴿رُّسُلاً مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلاَّ يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ وَكَانَ اللّهُ عَزِيزاً حَكِيماً﴾ (النساء:165)

> "ہم قضاء وقدر کے تحت ہی تمہارا ہاتھ کاٹ رہے ہیں"

ترجمہ "ہم نے انہیں رسول بنایا ہے، خوشخبریاں سنانے والے اور آگاہ کرنے والے تا کہ لوگوں کی کوئی حجت اور الزام رسولوں کے بھیجنے کے بعد اللہ تعالی پر رہ نہ جائے۔"

- تقدیر سے حجت پکڑنے والوں سے کہیں گے کہ اگر آپ کے سامنے دو راستے ہوں خیر اور شر، تو شر کا راستہ اختیار کرنے سے پہلے کیا آپ جانتے ہیں کہ اللہ نے آپ کے لیے شر کا راستہ مقدر کر رکھا ہے؟ ظاہر ہے نہیں، اور جب نہیں جانتے تو کیوں نہیں مانتے کہ اللہ نے آپ کے لیے خیر کی راہ مقدر کر رکھی ہے؟ کیونکہ انسان کسی چیز کے وجود میں آنے کے بعد ہی اس کو جانتا ہے کہ اللہ نے کیا مقدر کر رکھا ہے۔ بعض علماء کے بقول قضاء وقدر راز ہائے سربستہ ہیں جو وجود میں آنے کے بعد ہی جانے جاتے ہیں۔
- ہم اس سے پوچھیں گے کہ آپ دنیوی امور میں خیر پسند کرتے ہیں یا شر؟ وہ کہے گا خیر، تو ہم کہیں گے کہ اخروی امور میں اپنے لیے خیر کو کیوں نہیں اختیار کرتے؟
- اسی طرح ہم اس سے کہیں گے کہ آپ اگر شہر جانا چاہتے ہیں جس کے دو راستے ہوں، ایک پر خطر جہاں ڈاکو ہوا کرتے ہیں اور دوسرا پر امن تو آپ کونسا راستہ پسند کریں گے؟ وہ ضرور کہے گا کہ دوسرا، تو ہم اس سے کہیں گے کہ آپ دنیوی امور میں صرف نجات کی راہ کیوں اختیار کرتے ہیں؟ اور بائیں طرف سے کیوں نہیں جاتے جہاں ڈاکو رہا کرتے ہیں اور راستہ غیر ہموار ہوتا ہے؟ اور کیوں نہیں کہتے کہ ہماری قسمت میں یہی لکھ دیا گیا ہے تو وہ یہ کہے گا کہ میں تو تقدیر نہیں جانتا لیکن اچھائی کو پسند کرتا ہوں، تو ہم کہیں گے کہ اخروی امور میں اچھائی کو اختیار کیوں نہیں کرتے؟۔
- اگر ہم کسی کو پکڑ کر اس کو بری طرح مارنا شروع کر دیں اور وہ چیخنے لگے تو کیا ہم کہیں گے کہ یہ قضائے الہی ہے، وہ جتنا چیختا جائے ہم اتنا ہی مارتے جائیں اور کہتے رہیں کہ تیری قسمت میں یہی ہے تو کیا یہ حجت قابل قبول ہوگی؟ ہرگز نہیں، اس کے برخلاف جب اللہ کی نافرمانی کرتا ہے تو کہتا ہے کہ قضاء وقدر کا یہی فیصلہ ہے۔

ایک مرتبہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق ﷺ کے پاس ایک چور لایا گیا جس کا انہوں نے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ چور نے عرض کیا: امیر المؤمنین! ذرا ٹھہر جائیں، اللہ کی قسم! میں نے قضاء وقدر کے مطابق چوری کی ہے، وہ سچ بول رہا تھا، لیکن حضرت عمر ﷺ کے سامنے ایسی حجت قابل قبول نہ ہوئی، آپ نے برجستہ کہا: "ہم قضاء وقدر کے تحت ہی تمہارا ہاتھ کاٹ رہے ہیں"۔ پھر اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔

قرآن کی حفاظت کے لیے اللہ کا حیرت انگیز انتظام

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ'' (سورۃ الحجر:۹) ''ہم نے ہی قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے''۔ یہ وہ پہلی اور آخری آسمانی کتاب ہے جس کی حفاظت کا ذمہ اللہ نے خود لیا، گویا اس کی حفاظت کے لیے وعدہ الٰہی ہے اور قرآن کا اعلان ہے: اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ (سورۃ آل عمران:۹) ''اللہ کبھی بھی وعدہ خلافی نہیں کرتے''۔ بس اللہ نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اور کتاب اللہ کی حفاظت کا حیرت انگیز انتظام کیا۔ اس طور پر کہ اس کے الفاظ بھی محفوظ، اس کے معانی بھی محفوظ، اس کا رسم الخط بھی محفوظ، اس کی عملی صورت بھی محفوظ، اس کی زبان بھی محفوظ، اس کا ماحول بھی محفوظ، جس عظیم ہستی پر اس کا نزول ہوا اس کی سیرت بھی محفوظ، اور اس کے اولین مخاطبین کی زندگیاں بھی محفوظ۔ غرضیکہ اللہ رب العزت نے اس کی حفاظت کے لیے جتنے اسباب و وسائل اور طریقے ہو سکتے تھے، سب اختیار کیے، اور یوں یہ مقدس اور پاکیزہ کتاب ہر لحاظ اور ہر جانب سے مکمل محفوظ ہوگئی۔ الحمدللہ آج تک اس میں رتی برابر بھی تغیر و تبدل نہ ہو سکا، لاکھ کوششیں کی گئیں، مگر کوئی ایک کوشش بھی کارگر ثابت نہ ہو سکی، اور نہ قیامت تک ہو سکتی ہے۔

متن کی حفاظت

یعنی اس کے بعینہٖ وہ الفاظ جو اللہ رب العزت نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے واسطہ سے نبی آخر الزماں ﷺ پر نازل کیے، آپ ﷺ پر جب وحی نازل ہوتی، تو آپ فوراً کاتبین وحی میں سے کسی سے کتابت کروالے لیتے، پھر صحابہ نبی کریم ﷺ کی زبانِ اقدس سے بھی اُسے سنتے، اور جو تحریر کیا ہوا ہوتا، اُسے بھی محفوظ کر لیتے، اس طرح ۲۳ سال تک قرآن، نزول کے وقت ہی لکھا جاتا رہا، صحابہ نے اسے حفظ بھی کیا، کیوں کہ نبی کریم ﷺ نے اس کے حفظ کی بڑی فضیلتیں بیان کیں۔ ایک روایت کے مطابق صحابہ میں سب سے پہلے حفظِ قرآن مکمل کرنے والے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں۔

دورِ نبوی ﷺ کے بعد دورِ ابی بکر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ، اور دیگر صحابہ کے مشورے سے اس کی تدوین عمل میں آئی، یعنی اس کو یکجا کر لیا گیا اور دورِ عثمانی میں اس کی تنسیخ عمل میں آئی، یعنی اس کے مختلف نسخے بنا کر کوفہ، بصرہ، شام، مکہ وغیرہ جہاں جہاں مسلمان آباد تھے بھیج دیے گئے۔ یہ تو تحریری صورت میں حفاظت کا انتظام ہوا، اس کے علاوہ اس کو لفظ بلفظ یاد کرنے کا بھی التزام کیا گیا' تدوین کے ساتھ ساتھ قرآن کو سینوں میں مکمل طور پر محفوظ کر لیا گیا، اور یہ سلسلہ نسلاً بعد نسلٍ آج بھی جاری ہے، اور قیامت تک جاری رہے گا، ان شاء اللہ۔



معنی ومفہوم کی حفاظت

جہاں اللہ رب العزت نے اس کے متن کی حفاظت کی وہیں اس کے معنی و مفہوم اور مراد کی حفاظت کا بھی انتظام کیا، اس لیے کہ صرف الفاظ کا محفوظ ہونا کافی نہیں تھا، کیوں کہ مراد اور معنی اگر محفوظ نہ ہو تو اس کی تحریف یقینی ہو جاتی ہے، کتب سابقہ کے ساتھ کچھ ایسا ہی ہوا، اس کے الفاظ اگر چہ کچھ نہ کچھ محفوظ رہے، مگر اس کے معانی و مفہوم تو بالکل محفوظ نہ رہے، اس لیے کہ انہوں نے اپنے انبیاء کے اقوال و افعال و اعمال کو محفوظ رکھنے کا کوئی انتظام نہ کیا، جس کے نتیجہ میں الفاظ محفوظ بھی کارگر ثابت نہ ہو سکے، مثلاً عیسائیوں کا کہنا ہے کہ ہمیں دو اصولوں کی تعلیم دی گئی ہے اور ہم اس کے علمبردار ہیں: نمبر ایک عدل و انصاف۔ اور نمبر دو محبت و الفت۔ لیکن اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ عدل و انصاف کس کو کہتے ہیں، تو وہ اس کا مفہوم نہیں بیان کر سکتے۔ یہی حال محبت کا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس عدل اور محبت کی پرواہ کیے بغیر لاکھوں نہیں کروڑوں انسانوں کو عیسائیت کے فروغ کی خاطر قتل کر دیا گیا، اور یہ سلسلہ ابھی تک تھما نہیں۔ اسی طرح یہودیت کی اصل بنیاد اس اصول پر ہے، کہ تم اپنے پڑوسی کے لیے وہی پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو۔ لیکن اگر آپ یہود کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ انہوں نے اپنے پڑوسیوں کو جتنا ستایا، اتنا دنیا میں کسی نے اپنے پڑوسیوں کو نہیں ستایا ہوگا، اور اب بھی اس کا سلسلہ جاری ہے، جو اسرائیل کی جارحیت سے عیاں ہے، مگر اسلام الحمدللہ سنت نبوی کے پورے اہتمام کے ساتھ محفوظ رہنے کی وجہ سے قرآن کی تعلیمات مکمل طور پر محفوظ چلی آرہی ہیں۔ اس طرح اللہ نے سنتِ رسول کے ذریعہ معانی و مفاہیم اور مراد الٰہی کو محفوظ رکھنے کا انتظام کیا۔ اس لیے کہ نبی کریم ﷺ نے قرآن کی جو تفسیر کی وہ درحقیقت اللہ ہی کی جانب سے ہے کیوں کہ قرآن نے اعلان کیا ہے ''ان علینا بیانه'' (القیٰمۃ:۱۹) ''اس قرآن کی تفسیر بھی ہم نے اپنے ذمہ لے لی ہے''۔ ایک جگہ پر ''جمعه و قرآنه'' ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے ''وما ینطق عن الهویٰ ان هو الا وحی یوحی'' ''آپ کوئی بات اپنے جی سے نہیں کرتے، بلکہ وحی خداوندی ہی ہوتی ہے''۔

اس پوری گفتگو سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ ''تفسیر بالماثور'' درحقیقت اللہ ہی کی، کی ہوئی تفسیر ہے، اور ظاہر ہے اللہ اپنی مراد کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ لہٰذا حدیث کی حفاظت سے معانی و مراد خداوندی بھی محفوظ ہوگئے؛ اللہ ہمیں کتاب اللہ اور سنت رسول پر مرمٹنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

زبان کی حفاظت

قرآن کے الفاظ و معانی کے ساتھ ساتھ، وہ جس زبان میں نازل ہوا یعنی عربی زبان اسکی حفاظت کا بھی اللہ نے عجیب انتظام فرمایا، قرآن نے خود اعلان کیا ''بلسان عربی مبین'' (سورۃ الشعراء ۱۹۵) ہم نے قرآن کو صاف ستھری عربی زبان میں نازل کیا۔ اگر آپ لسانیات کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ دنیا کی کوئی زبان تین چار سو سال سے زیادہ محفوظ نہ رہ سکی، یا تو وہ ختم ہوگئی یا کسی دوسری زبان میں ضم ہوگئی، یا ایسے تغیر و تبدل کی شکار ہوگئی کہ اس کی پہلی ہیئت باقی نہ رہ سکی، مگر عربی زبان مسلمانوں کی توجہ و عنایت کا ایسا شاہکار ہے، جو بیان سے باہر ہے؛ اولاً خود نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام ﷺ کی تربیت میں عربی زبان کی نوک و پلک کی درستگی کو خوب اہمیت دی، آپ ﷺ کے بعد حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بھی اپنی توجہ کو اس پر مبذول کیا، جیسا کہ حضرت ابوبکر ﷺ حضرت عمر ﷺ اور دیگر صحابہ کرام ﷺ کی سیرت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے، یہاں تک کہ حضرت علی ﷺ نے تو نحو عربی و صرف عربی کی بنیاد ڈال کر، اسے خاص توجہ کا مرکز بنایا، اور پھر آپ کے بعد امت کا ایک ایسا طبقہ وجود میں آیا، جس نے اپنی زندگیاں اسی زبان کی حفاظت و ترویج میں وقف کر دی، جس کی برکت سے آج بھی عربی زبان اسی اصل ہیئت پر باقی ہے، جس ہیئت پر وہ نزول قرآن کے وقت تھی، اور قیامت کے وقوع سے پہلے پہلے تک جب تک اس قرآن کو باقی رکھنے کی اللہ کی مشیت ہوگی، امت کی ایک جماعت اس کارِ خیر میں مشغول رہے گی، ان شاء اللہ۔

الفاظ و معانی کی عملی صورت کی حفاظت

صرف الفاظ و معانی اور قرآنی زبان ہی کی حفاظت پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ اس کے الفاظ و معانی کی عملی صورت کی حفاظت کا بھی پورا پورا انتظام کیا گیا، اس طور پر کہ قرآن جس لفظ میں

نازل ہوتا، نبی کریم ﷺ اس کی مراد وحی کی روشنی میں صحابہ کو سمجھاتے، اور سمجھانے کے بعد اسکو عملاً بطور نمونہ، کر کے بھی بتلاتے تھے، جسکو آج کی زبان میں تھیوری (Theory) کے ساتھ ساتھ پریکٹیکل (Practical) کہا جاتا ہے مثلاً نماز قرآن نے صرف یہ الفاظ کہے "اقیموا الصلوۃ" (سورۃ البقرۃ:۴۳) ''نماز قائم کرو'' مگر پورے قرآن میں کہیں اس کی پوری تفصیل بالترتیب نہیں بتائی گئی، ہاں کہیں قیام، کہیں رکوع، کہیں سجود کو متفرق طور پر بیان کیا گیا، جبکہ نبی کریم ﷺ نے اس کا طریقہ بالترتیب صحابہ کو بتایا، اور پھر اس کو عملی طور پر کر کے دکھایا اور کہا "صلوا کما رأیتمونی اصلی" نماز ایسی ہی پڑھو جیسی مجھ کو پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔ صحابہ نے ایسا ہی کیا، پھر رسول اللہ ﷺ کے بعد صحابہ نے بھی بدستور اس پر عمل جاری رکھا، اور تابعین بھی انہیں جیسا کرتے رہے، گویا انہوں نے بھی ہو بہو ایسا ہی کیا، اس کے بعد تبعِ تابعین، غرضیکہ آج تک نسلاً بعد نسلٍ اور قرناً بعد قرنٍ امت کا اس پر تعامل رہا ہے، اس طرح عملی صورت بھی محفوظ ہوگئی، یہ تو ایک مثال ہے، ورنہ صلوہ العید، صلوۃ الجنازۃ، زکوۃ، صدقہ، قربانی، تلاوت قرآن وغیرہ سب کی عملی صورت آج تک امت کے ذریعہ اللہ رب العزت نے محفوظ رکھی، اسی لیے جب کوئی قرآن کی تفسیر وتشریح میں من مانی کرنے کی کوشش کرتا ہے، تو اُمت میں اس کو مقبولیت حاصل نہیں ہوتی، البتہ کچھ افراد جو مفاد پرست ہوں یا ان کی اسلامی تربیت نہ ہوئی ہو، یا ضروری علم دین سے واقف نہ ہوں، اس کے تابع ہو جاتے ہیں، اور ایسا تو دنیا میں ہوتا ہی ہے، عربی میں محاورہ مشہور ہے **لکل ساقطة لاقطة** "ہر گری پڑی چیز کا کوئی نہ کوئی اٹھانے والا ہوتا ہے''۔

خلاصہ کلام یہ کہ قرآن کے مفاہیم و مرادوں کو بھی اللہ رب العزت نے تعامل کے ذریعہ محفوظ رکھا، یقیناً دنیا کی کوئی طاقت اللہ کی مشیت کے لیے رکاوٹ نہیں بن سکتی۔ واللہ غالب علی امرہ ولکن اکثر الناس لایعلمون (سورۃ یوسف:۱۲)۔

شانِ نزول کی حفاظت

میرے عزیزو! قربان جایئے اس رب کائنات پر، جس نے اپنی کتاب کی حفاظت کے لیے ایسے ایسے انتظام کیے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے، اور انسان اس کی کرشمہ سازیوں پر سر دھنتا رہ جاتا ہے، اس کی ایک مثال یہ ہے کہ جس ماحول میں قرآن کا نزول ہوا، جس سیاق وسباق میں آیتیں نازل ہوئیں، اس ماحول کو بھی تحفظ اور دوام بخشا گیا، حدیث کے ذخیرے نے پورے ماحول کی منظر کشی کر دی ہے، جب طالب حدیث اس کو پڑھتا ہے، تو اس کے چشم تصور میں وہ سارا منظر متشکل ہو کر آجاتا ہے۔ اسی منظر کو علم حدیث میں ''حدیثِ مسلسل'' کہا جاتا ہے۔

سیرت نبوی کی حفاظت

قرآن کریم کی حفاظت کی غرض سے جہاں بہت ساری چیزوں کو تحفظ بخشا گیا، وہیں نبی کریم ﷺ کی زندگی کے حالات کو بھی محفوظ کیا۔ کیوں کہ نبی کریم ﷺ نے قرآنی مطالبات پر عمل کر کے بتایا تا کہ کل آ کر کوئی ایسا نہ کہے کہ ہم قرآنی مطالبات پر عمل نہیں کر سکتے، یہ تو بڑے شاق اور دشوار گذار ہیں، تو بطور نمونہ کے آپ نے عمل کر کے بتلایا اور عمل بھی ایسا، جیسا اس پر عمل کرنے کا حق ہے، اسی لیے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے، حضور اقدس ﷺ کے اخلاق کے بارے میں جب دریافت کیا گیا، تو آپؓ نے کہا کہ کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا؟ کہا: ہاں۔ تو آپ نے فرمایا: **کان خلقه القرآن** ''آپ قرآن کا چلتا پھرتا نمونہ تھے''۔ جہاں کوئی امر نازل ہوا، فوراً عمل کر کے بتایا، اسی لیے قرآن نے اعلان کر دیا **لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنة** (سورۃ الاحزاب:۲۱) ''آپ ﷺ کی زندگی اے مسلمانو! تمہارے لیے نمونہ ہے''۔ دنیا میں کسی ہستی کی سیرت وحیات پر اتنا کام نہیں ہوا جتنا رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ پر ہوا، اور ہوتا چلا جا رہا ہے، آج بھی اس کی افادیت میں کوئی کمی محسوس نہیں ہو رہی ہے، بلکہ مزید اس کی افادیت میں اضافہ ہو رہا ہے۔

قرآن کے اولین مخاطب کے حالات کی حفاظت

قرآن کی حفاظت کے لیے اللہ نے ایک انتظام اور بندوبست یہ بھی کیا کہ قرآن کے نزول کے وقت اس کے اولین مخاطب اور اس کے اولین حاملین حضرات صحابہ کرام ﷺ کے حالات کو محفوظ کروالیا، ایک اندازے کے مطابق صحابہ کی تعداد ایک لاکھ سے متجاوز تھی، مگر ان میں سے اکثریت آخری دور میں قبولیت اسلام سے شرف یاب ہوئی، اس اولین حاملین، جنہیں قدیم الاسلام یا اولین مومنین کہا جاتا ہے، ان کی تعداد کم وبیش پندرہ بیس ہزار رہی ہوگی، اور جن صحابہ نے آپ سے زیادہ کسبِ فیض کیا، ان کے حالات کو بھی اللہ نے محفوظ کر لیا، تا کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ساتھ ان کے حالات کا علم ہو جائے اور انہوں نے ایمانی تقاضوں اور اسلامی مطالبات کو جس حسن وخوبی کے ساتھ عملی جامہ پہنایا، اس کی معرفت بھی حاصل ہو جائے تا کہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ محمد عربی ﷺ تو رسول تھے، ان کے ساتھ اللہ کی خاص عنایت ورحمت تھی، انہوں نے اگر عمل کیا تو یہ ان کی امتیازی شان تھی، مگر جب صحابہ کی زندگیاں بھی اسی نقش قدم پر ہوگی تو معلوم ہو جائے گا کہ ایسا نہیں اگر انسان ارادہ کر لے تو مکمل ایمانی تقاضوں کو پورا کر سکتا ہے، جیسا کہ صحابہ نے پورا کیا، اسی لیے قرآن نے کہا **آمنوا کما آمن الناس** "ایمان لاؤ جیسے صحابہ ایمان لائے''۔

صحابہ کے حالات میں ایک عجیب پہلو یہ بھی سامنے آیا کہ جو صحابی نبی کریم ﷺ سے جتنا قریب تھے، ان کے حالات اتنے ہی زیادہ تفصیل کے ساتھ ملتے ہیں، صحابہ کے حالات کی حفاظت کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ صاحب قرآن کے اصحاب کا جب علم ہوگا تو اس سے صاحب قرآن کے سراپا خیر ہونے کا اندازہ ہوگا کیوں کہ آدمی اپنے دوستوں سے جانا جاتا ہے، حدیث شریف میں ہے **فلنظر الی من یخالل** "جب تم کسی کے بارے میں جاننا چاہو تو دیکھو کہ وہ کیسے لوگوں کے ساتھ رہتا ہے''۔ اس سے معلوم ہو جائے گا کہ وہ کیسا ہے۔ انسانی تاریخ میں حضرات انبیائے کرام کے بعد اگر کوئی مقدس اور بہترین گروہ ہے تو وہ گروہِ صحابہ ہے، لہٰذا قرآن اور صاحب قرآن کو سمجھنے کے لیے یہ جاننا بھی ضروری تھا کہ قرآن پر اجتماعی عمل کیسے ہو؟ سنت اور قرآن کی اجتماعی تشکیل کس طرح ہو؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں امت نے کیسے جنم لیا؟ ان سوالات کے جوابات صحابہ کرام کے احوال کو جانے بغیر مکمل نہیں ہو سکتے تھے۔ آج ان اولین حاملین قرآن اور اولین عاملین میں سے تقریباً پندرہ ہزار نفوس قدسیہ کے حالات نام بہ نام نسل بہ نسل دستیاب ہیں، اور الحمد للہ امت تب سے لے کر اب تک اور قیامت تک ان کے نقوش وخطوط سے استفادہ کرتی رہے گی، اور قرآن پر عمل کرنے کے لیے اسے معاون سمجھتی رہے گی۔ واللہ لطیف بالعباد۔

تابعین کے حالات کی حفاظت

جب صحابہ جو قرآن کے الفاظ ومعانی کے ساتھ ساتھ اس پر انفرادی واجتماعی طور پر عمل کرنے والے اور دنیا کو یہ بتانے والے ٹھہرے کہ قرآن قابل عمل ہی نہیں دنیا وآخرت کی کامیابی وکامرانی کا ضامن ہے، تو ان کے حالات کے جاننے کے لیے، ان کے اصحاب جن کو تابعین کہا جاتا ہے، کے حالات کا قلمبند ہونا بھی ضروری تھا، تا کہ صحابہ کے حالات ہم تک یعنی ان کے بعد والوں تک صحیح طور پر پہنچے۔ کرشمہ الٰہی دیکھئے کہ ایسے چھ لاکھ افراد کے بارے میں پورا بایوڈاٹا یعنی مکمل معلومات کو بھی اللہ نے تحفظ بخشا اور وہ بھی سرسری نہیں بلکہ ان کی پوری تفصیلات کے ساتھ، کہ یہ کون تھے؟ کس زمانہ میں پیدا ہوئے؟ ان کی شخصیت کس درجہ کی تھی؟ ان کا علم وفضل کس درجہ کا تھا؟ انہوں نے کس کس سے کسبِ فیض کیا؟ ان کا حافظہ کیسا تھا؟ ان میں کیا اچھائیاں تھیں وغیرہ۔ غرضیکہ اس طور پر منقح ومصفی کر کے سامنے رکھ دیا گیا ہے کہ آدمی ان کی شخصیت سے اطمینان بخش حد تک معلومات حاصل کر لے۔ اس کو فن ''اسماء رجال'' سے تعبیر کیا گیا۔

ڈاکٹر محمود احمد غازی فرماتے ہیں کہ یہ ایسا فن ہے کہ اس کی مثال دنیا کے کسی مذہبی وغیر مذہبی فن میں نہیں ملتی، نہ مذہبی علوم میں اس کی مثال اور نہ غیر مذہبی علوم میں۔

یہ وہ چیزیں ہیں جن کو قرآن کی حفاظت کی خاطر اللہ رب العزت نے حیرت انگیز انداز میں تحفظ بخشا، اور اپنے کامل قدرت کا مظاہرہ کیا۔

اللہ ہمیں قرآن کی قدردانی کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے ظاہر وباطن کو قرآن کے منشاء کے مطابق بنا دے۔ آمین

اعجاز الدین عمری (کویت)

سورۃ یٰسٓ فہم وتدبر کے آئینہ میں

﴿وَمَا أَنزَلْنَا عَلَى قَوْمِهِ مِن بَعْدِهِ مِن جُندٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَمَا كُنَّا مُنزِلِينَ (28)إِن كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ خَامِدُونَ (29)يَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ (30)أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم مِّنَ الْقُرُونِ أَنَّهُمْ إِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُونَ (31)وَإِن كُلٌّ لَّمَّا جَمِيعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُونَ (32)﴾

"اور ہم نے اس کے بعد اس کی قوم پر آسمان سے کوئی لشکر نہیں اتارا اور نہ ہم اتارنے والے تھے ہی۔ وہ تو صرف ایک دھماکہ تھا۔ سو وہ (اس سے) ناگہاں بجھ کر رہ گئے۔ بندوں پر افسوس ہے کہ ان کے پاس کوئی پیغمبر نہیں آتا مگر اس سے تمسخر کرتے ہیں۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے بہت سے لوگوں کو ہلاک کر دیا تھا اب وہ ان کی طرف لوٹ کر نہیں آئیں گے۔ اور سب کے سب ہمارے روبرو حاضر کئے جائیں گے۔"

دولت، طاقت، حکومت... انسان کو ان چیزوں پر ناز ہے۔ کبھی تو ان کا نشہ اتنا بڑھ جاتا ہے کہ وہ خود اپنے خالق و مالک کا باغی بن بیٹھتا ہے۔ پھر دل کا نور اور آنکھوں کی روشنی بھی ختم ہو کر رہ جاتی ہے.... اس قوم کے ساتھ بھی یہی کچھ ہوا، اللہ تعالی نے اس کی ہدایت و رہنمائی کے لیے ایک ہی وقت میں یکے بعد دیگرے تین تین پیامبر بھیجے، مگر ان بدنصیبوں نے سب کو جھٹلایا۔ اگر بات یہیں تک رہ جاتی تو شاید اللہ تعالی اُنہیں سنبھلنے سدھرنے کا کوئی موقع اور بھی دیتا، لیکن اُنہوں نے اس پر بس نہیں کیا بلکہ ان پر طنز و طعن کے پیہم تیر برسائے، جب اس سے جی نہیں بھرا تو ان پاک ہستیوں کے قتل کے درپے ہو گئے۔ اور جس مرد مومن نے ان کی حمایت میں آواز اُٹھائی یہ اس کی جان پر سوار ہو گئے۔

خدائی مہلت کو شاید اُنہوں نے چھوٹ سمجھ رکھا تھا... مگر مرد مومن پر قاتلانہ حملہ کے بعد اللہ تعالی کا غضب جب انتقامی صورت میں ظاہر ہوا تو پوری قوم اس کی زد میں آ گئی۔ اور اس کی گرفت سے کوئی ایک شخص بھی بچ نہ پایا۔

نبی ہو یا رسول کسی قوم میں اس پوری قوم کا نمائندہ ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالی کے نزدیک اس کا وزن اس پوری قوم سے زیادہ ہوتا ہے، اور پھر وہ اللہ تعالی کے پیغام رشد و ہدایت کا امین ہوتا ہے اس لیے اس کی تکذیب و تذلیل بھی خود ذات باری تعالی کی تکذیب و تذلیل کے برابر ہے۔ جیسا کہ سورۃ الانعام میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهُ لَيَحْزُنُكَ الَّذِي يَقُولُونَ فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ﴾(33) "ہمیں معلوم ہے کہ ان (کافروں) کی باتیں تمہیں رنج پہنچاتی ہیں (مگر) یہ تمہاری تکذیب نہیں کرتے بلکہ ظالم اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے ہیں"۔

یہی وجہ ہے کہ جب کبھی کسی قوم نے اپنے نبی یا رسول کے خلاف جرأت و جسارت کی روش اپنائی تو ایک مقررہ مدت تک مہلت دینے کے بعد اللہ تعالی نے اس پر ایسا عذاب مسلط کیا کہ صفحۂ ہستی سے وہ بے نام و نشان ہو کر رہ گئی۔

﴿وَمَا أَنزَلْنَا عَلَى قَوْمِهِ مِن بَعْدِهِ مِن جُندٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَمَا كُنَّا مُنزِلِينَ﴾ "اور ہم نے اس کے بعد اس کی قوم پر آسمان سے کوئی لشکر نہیں اتارا اور نہ ہم اتارنے والے تھے۔"

اس میں یہ نکتہ بیان کیا گیا ہے کہ کوئی قوم کیسی ہی طاقتور کیوں نہ ہو اللہ تعالی کے نزدیک اس کی حیثیت اس بچہ کی سی ہے جو کسی چیخ کی آواز سے ڈر جاتا ہے اور اس کو نیست و نابود کرنے کے لیے اُسے کسی آسمانی فوج کی ضرورت نہیں پڑتی ہے۔

"آسمان"....، انسانی زندگی سے اس کا بڑا تعلق ہے۔ مادی اور سائنٹفک طریقے پر ہو یا روحانی و مذہبی طور سے... حیاتِ انسانی کا دارومدار اسی پر ہے۔

قرآن مجید جب "السماء" کہتا ہے تو اس سے مراد وہ فضائی چادر بھی ہے جو زمین کے اطراف بلندی پر پھیلی ہوی ہے۔ اور جس کو خالقِ ارض و سماوات نے سطحِ زمین پر انسانی زندگی کے تحفظ کا ذریعہ بنایا ہے۔ قرآنی اصطلاح کے مطابق یہ مضبوط چھت ہے جو انسان کے سر پر قائم ہے۔ ﴿الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشاً وَالسَّمَاء بِنَاء ...﴾ "وہی تو ہے جس نے زمین کو تمہارے لیے فرش بنایا اور آسمان کو چھت.." (البقرۃ:۲۲)

﴿وَجَعَلْنَا السَّمَاء سَقْفاً مَّحْفُوظاً....﴾ "اور ہم نے آسمان کو محفوظ چھت بنایا..." (الانبیاء:۳۲)

اور "السماء" قرآن مجید میں اس عالم بالا کے لیے بھی استعمال کیا گیا ہے جہاں اللہ تعالی اپنے عرش پر جلوہ افروز ہے، اسی عالم غیب سے نظامِ کائنات کی تدبیر ہوتی ہے، جہاں انسانی زندگی کی تقدیر بنتی ہے، جہاں زندگی اور موت کی مدت متعین کی جاتی ہے، جہاں اچھے اور برے کا فیصلہ ہوتا ہے، جہاں حشر و نشر، حساب کتاب اور جنت جہنم کے معاملات طے پاتے ہیں اور جہاں سے اس بات کا حکم اتارا جاتا ہے کہ کس پر رحمت کی برکھا ہو اور کس پر عذاب کا کوڑا برسایا جائے۔

اس قوم کے بارے میں بھی خدائی فیصلہ صادر ہوا کہ اس پر عرصۂ حیات تنگ کیا جائے۔ اس کی نیستی کا فیصلہ کرنے کے لیے اللہ تعالی کو کسی آسمانی دستہ کی ضرورت نہیں تھی۔

بعض مفسروں نے مِنْ جُندٍ مِّنَ السَّمَاءِ سے آسمانی رسالت بھی مراد لیا ہے مگر آیت کے اسلوب اور موقع و محل سے اس مطلب کے لیے کم ہی گنجائش نکلتی ہے۔

وَمَا كُنَّا مُنزِلِينَ... سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ انسانی تاریخ کے کسی دور میں بھی کسی قوم کو اس کے جرائم کی سزا دینے کے لیے اللہ تعالی کو فرشتوں کی فوج کی ضرورت نہیں پڑی ہے اور نہ یہ خدائی دستور میں شامل رہا ہے۔

﴿إِن كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ خَامِدُونَ...﴾ "وہ تو صرف ایک دھماکہ تھا، سو وہ (اس سے) ناگہاں بجھ کر رہ گئے"

"صَيْحَة" کے معنی ہیں آواز کرنا، شور کرنا اور چیخنا... وغیرہ اور ہر اس آواز کو بھی کہتے ہیں جو بلند ہو اور جس میں شدت پائی جاتی ہو، نیز اس بھیانک اور خوفناک آواز کو بھی "صَيْحَة" کہتے ہیں جس کے اچانک سننے سے کسی بھی جاندار پر وحشت طاری ہو اور وہ بے دم و ساکت ہو جائے۔ دور جدید کے بم دھماکے اسی طرح وحشت خیز و دہشت آور ہوتے ہیں، اسی لیے ہم نے آیت کے معنی میں 'دھماکہ' کے ترجمہ کو ترجیح دی ہے۔

آسمان سے نکلی ایک چیخ نے ایک سرکش قوم کا بولتا ہمیشہ کے لیے بند کر دیا اور اس کی حرکت و جنبش سدا کے لیے خاموش ہو گئی۔

کسی بھی قوم کو اس کے گناہوں کی پاداش میں کس عذاب میں مبتلا کیا جائے اس کی حکمت و علت کا علم تو صرف علیم و خبیر ہی جانتا ہے۔ صفحۂ ہستی پر ہزاروں قومیں نمودار ہوئیں، کسی کو تاریخ نے یاد رکھا اور کوئی زمانے کی بھول بھلیوں میں گم ہو کر رہ گئی۔

ہے ہزاروں قافلوں سے آشنا یہ رہ گزر
چشمِ کوہِ نور نے دیکھے ہیں کتنے نامور
مصر و بابل مٹ گئے، باقی نشاں تک بھی نہیں

دفترِ ہستی میں ان کی داستاں تک بھی نہیں
آدبایا مہرِ ایراں کو اجل کی شام نے
عظمتِ یونان و روما لوٹ لی ایام نے

(علامہ اقبالؒ)

قرآن مجید میں کئی قوموں کا ذکر آیا ہے۔ مختلف قوموں کو ان کی خطاؤں کی نوعیت اور سنگینی کی بنیاد پر الگ الگ طریقوں سے سزا دے کر ہلاک کیا گیا۔ "صَیۡحَۃ" بھی ان عذابوں میں ایک ہے۔ قرآن مجید کی رو سے صالح علیہ السلام اور شعیب علیہ السلام کی قوموں کو اسی "صَیۡحَۃ" کے ذریعہ ہلاک کیا گیا تھا۔ سورۃ ہود میں صالحؑ کی قوم "ثمود" پر تبصرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَأَخَذَ الَّذِينَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دِيَارِهِمْ جَاثِمِينَ (67) كَأَن لَّمْ يَغْنَوْا فِيهَا أَلَا إِنَّ ثَمُودَ كَفَرُوا رَبَّهُمْ أَلَا بُعْدًا لِّثَمُودَ (68) "رہے وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا تھا تو ایک سخت دھماکے نے ان کو دھر لیا اور وہ اپنی بستیوں میں اس طرح بے حس و حرکت پڑے کے پڑے رہ گئے کہ گویا وہ وہاں کبھی بسے ہی نہ تھے۔ سنو! ثمود نے اپنے رب سے کفر کیا، سنو! دور پھینک دیے گئے ثمود"

تقریباً یہی بات شعیب علیہ السلام کی قوم سے متعلق بھی بتائی گئی ہے۔ اس لحاظ سے یہ تیسری قوم ہوگی جس کی ہلاکت صَیۡحَۃ کے ذریعہ ہوئی ہے۔

فَإِذَا هُمْ خَامِدُونَ... عربی زبان میں جب آگ کی چنگاری بجھ کر راکھ بن جائے تو "خَمَدَتِ النَّارُ" کہتے ہیں۔

اس طرح آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ اس خوفناک دھماکہ کے بعد ان کی پوری قوم جل کر خاکستر بن گئی۔ زندگی آگ کی طرح ہے، جلتی ہے بھڑکتی ہے بل کھاتی ہے اور پھیل جاتی ہے مگر انسان نادان ہے، بھول بھول جاتا ہے کہ موت کا ایک حملہ اس کے شعلوں کو کسی دن کھا جائے گا اور اس کی چنگاریوں پر ہمیشہ کے لیے خاک ڈال دے گا۔

اے ہوس! خوں رو کہ ہے یہ زندگی بے اعتبار
یہ شرارے کا تبسم ، یہ خسِ آتش سوار

يَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ... "بندوں پر افسوس ہے کہ ان کے پاس کوئی پیغمبر نہیں آتا مگر اس کا مذاق ہی اڑاتے رہتے ہیں"

عربی زبان میں شدت غم کے اظہار کے لیے 'یاحسرتا' 'واحسرتا' وغیرہ کا استعمال عام ہے۔ یہ حَسَرَ یَحۡسِرُ سے نکلا ہے جس کے حقیقی معنی تھکا دینے اور بوجھل کر دینے کے ہیں۔ جو غم اور ندامت انسان کو تھکا دے اسی کو 'حسرۃ' کہا گیا۔

افسوس اور حسرت اس بات پر کہ ہر زمانے میں انسانوں نے اپنے پاس بھیجے گئے رسولوں کو پہچاننے میں ایک ہی طرح کی غلطی کی۔ علم و فکر کی ترقی سے اس میں کوئی فرق آیا اور نہ مرورِ زمانہ کا ہی اس پر کوئی اثر پڑ سکا۔ اس معاملہ میں انسان کی کج فہمی و بدطینتی میں کسی قسم کا تغیر کبھی نہیں آیا۔ پتھروں کے دور میں بھی اور آج بھی....

پیغمبروں کی شخصیتیں ہر دور میں مجروح رہی ہیں، جب جہل کا اندھیرا ہر سو چھایا ہوا تھا تب بھی... اور اب بھی جبکہ انسان کو زعمِ علم و دانش ہے۔ شاید اس پر جتنا بھی افسوس کیا جائے کم ہے کہ انسانوں کی تاریخ میں سب سے معصوم اور سب سے درست رسول ہوا کرتے تھے مگر سب سے زیادہ انہیں کو طنز و ملامت کا نشانہ بنایا گیا۔ مگر یہ بھی اتنا ہی سچ ہے کہ انسان کی خطاؤں کی فہرست میں یہ سب سے سنگین جرم ہے کہ وہ اللہ اور اسکے رسول کو اپنی بے ہودگی کا نشانہ بنائے۔

دراصل استہزاء کہتے ہیں کسی کا اس طرح مذاق اڑانا کہ اس کی تحقیر و تذلیل کا جذبہ نمایاں ہو اور مذاق اڑائے جانے والے کی جانب سے اس کے لیے کوئی تحریک بھی نہ ہو۔ اردو زبان میں اس کی تعبیر میں ٹھٹھا کرنا، ٹھٹھا اڑانا، مسخرا کرنا، ہنسی اڑانا، کھلواڑ کرنا... وغیرہ الفاظ بولے جاتے ہیں۔

ہم اوپر کہہ آئے ہیں کہ انبیاء و رسل اللہ تعالیٰ کی نظر میں عزّت و احترام کے مقام بلند پر فائز ہوتے ہیں۔ اور کسی بھی شخص یا قوم کا ان پاک بندوں کے تئیں رکیک جذبات رکھنا یا ان کا استہزاء کرنا خدائی قانون میں سزا کے لائق جرم یا موجبِ عذاب گناہ ہے۔

سورۃ الرعد میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّن قَبْلِكَ فَأَمْلَيْتُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ (32) "اور تم سے پہلے بھی بہت سے رسولوں کا مذاق اڑایا جا چکا ہے، مگر میں نے ہمیشہ منکرین کو ڈھیل دی اور آخر کار ان کو پکڑ لیا پھر دیکھ لو کہ میری سزا کیسی سخت تھی"

سورۃ الحجر میں فرماتا ہے: فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ (94) إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ (95) "پس اے نبی! جس چیز کا تمہیں حکم دیا جا رہا ہے اُسے ہانکے پکارے کہہ دو اور شرک کرنے والوں کی ذرا پروا نہ کرو۔ تمہاری طرف سے ہم ان مذاق اُڑانے والوں کی خبر لینے کے لیے ہم کافی ہیں"

سورۃ الزخرف میں فرمایا : وَكَمْ أَرْسَلْنَا مِن نَّبِيٍّ فِي الْأَوَّلِينَ (6) وَمَا يَأْتِيهِم مِّن نَّبِيٍّ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ (7) فَأَهْلَكْنَا أَشَدَّ مِنْهُم بَطْشًا وَمَضَى مَثَلُ الْأَوَّلِينَ (8) "پہلے گزری ہوئی قوموں میں بھی بارہا ہم نے نبی بھیجے ہیں۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی نبی ان کے ہاں آیا ہو اور انہوں نے اس کا مذاق نہ اڑایا ہو۔ پھر جو لوگ ان سے بدرجہا زیادہ طاقتور تھے اُنہیں ہم نے ہلاک کر دیا، پچھلی قوموں کی مثالیں گذر چکی ہیں"

سورۃ یٰسٓ کی اس آیت میں بھی اسی بات کو دہرایا گیا ہے :

أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم مِّنَ الْقُرُونِ أَنَّهُمْ إِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُونَ... "کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے بہت سے لوگوں کو ہلاک کر دیا (اس طرح کہ) اب وہ ان کی طرف لوٹ کر نہیں آئیں گے"

دورِ حاضر کے ہر اُس شخص کے لیے بھی یہ ایک تنبیہ ہے جو رسول کی ذات اور شخصیت پر کیچڑ اچھالنے اور رسول کی سیرت داغدار کرنے کی جرأت و جسارت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

وَإِن كُلٌّ لَّمَّا جَمِيعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُونَ... "اور سب کے سب ہمارے روبرو حاضر کیے جائیں گے"

رسالت کی بات بتاتے بتاتے قرآن مجید نے کلام کا رُخ اچانک آخرت کی طرف موڑ دیا ہے۔ یہ قرآن مجید کا اپنا اسلوب ہے۔ مگر اس سے اول الذکر سے تعلق ٹوٹنے نہیں پاتا۔ انسان کو یاد دلایا گیا ہے کہ حیات فانی کو پا کر وہ چاہے تو اپنی من مانی کرے، مگر اس بات کو نہ بھولے کہ زندگی بخشنے والا اس کی زندگی کا حساب بھی رکھ رہا ہے اور ایک دن ضرور آئے گا جب چاہے نہ چاہے اُسے کامل قدرت والے کے حضور پیش ہو کر اپنے حساب سے خود ہی نمٹنا ہوگا۔

اس میں ایک ہلکا سا اشارہ اس بات کی طرف بھی کیا گیا ہے کہ اگر اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ ٹھٹھا کرنے والوں کو اس حیات فانی میں مہلت مل بھی گئی تو اِس سے کسی قسم کی خوش فہمی میں وہ مبتلا نہ رہیں... بلکہ اُنہیں تو لامحالہ رب کے آگے حاضر ہونا ہے اور اپنے کرتوتوں کا حساب دینا ہے۔

اہم مراجع و مصادر:

تفسیر ابن کثیر از امام حافظ عماد الدین اسماعیل بن کثیر الدمشقیؒ
تفسیر قرطبی (جامع لأحکام القرآن) از امام ابو عبداللہ محمد بن احمد القرطبیؒ
تفسیر طبری (جامع البیان فی تفسیر القرآن) از امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبریؒ
فتح القدیر از امام محمد علی الشوکانیؒ
فتح الباری از اشہاب الدین احمد بن حجر العسقلانیؒ
فی ظلال القرآن از شہید سید قطبؒ
اضواء البیان فی ایضاح القرآن از محمد الامین الشنقیطیؒ
تفہیم القرآن از مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

تحریر: محمد انور محمد قاسم سلفی (کویت)

کتب حدیث کی اقسام

’’کتب حدیث کا تعارف‘‘ کے عنوان سے ایک مضمون ماہنامہ مصباح میں شائع ہوا تھا جسے قارئین نے بیحد پسند فرمایا اور کئی احباب نے احادیث پر سلسلہ وار مضامین شائع کرنے کی درخواست کی، لہذا ہم ان کے نیک جذبات کی قدر کرتے ہوئے اس سلسلے کی دوسری کڑی ’’کتب حدیث کی اقسام‘‘ پیش کررہے ہیں:

کتب حدیث کی گیارہ (۱۱) اقسام ہیں:

1- جامع :

محدثین کی اصطلاح میں جامع اس حدیث کی کتاب کو کہا جاتا ہے جس میں ہر موضوع سے متعلق حدیثیں موجود ہوں. مثلاً: ایمان، عقائد، احکام، آداب، تفسیر، شمائل، تاریخ، سیر، مغازی، مناقب، زہد وسلوک، الرقاق، اور بدء الخلق وغیرہ۔

اور صحاح ستہ [وہ چھ حدیث کی کتابیں جن میں اکثر حدیثیں صحیح ہیں اور وہ یہ ہیں ◉ بخاری ◉ مسلم: (ان دونوں کتابوں کی تمام حدیثیں صحیح ہیں، ان میں کوئی بھی ضعیف یا موضوع (من گھڑت) روایت موجود نہیں ہے) ◉ ترمذی ◉ ابوداؤد ◉ نسائی ◉ ابن ماجہ] میں حدیث کے صرف دو مجموعے ایسے ہیں جن کو جامع کہا جاتا ہے، اور وہ صحیح بخاری اور جامع ترمذی ہیں. صحیح مسلم شریف میں اگرچہ ہر طرح کی حدیثیں موجود ہیں، لیکن اس میں تفسیر اور قراءت سے متعلق روایات کم ہیں، اسی لیے اس کو جامع نہیں کہا جاتا ہے (مقدمہ تحفۃ الاحوذی: ۱/۳۵) ان کے علاوہ علامہ ابن اثیرؒ کی جامع الاصول، علامہ ہیثمیؒ کی مجمع الزوائد، حافظ جلال الدین سیوطیؒ کی جمع الجوامع، اور الجامع الازھر من حدیث النبی الانور، اور علامہ علی متقی حنفیؒ کی کنز العمال وغیرہ کتابیں بھی جامع میں داخل ہیں۔

2- سنن :

سُنَنٌ سنت کی جمع ہے، محدثین کی اصطلاح میں سنن حدیث کی ان کتابوں کو کہا جاتا ہے جن کی جمع وترتیب فقہی ابواب پر ہو، ان کتابوں کا آغاز کتاب الطھارۃ اور کتاب الصلاۃ سے ہو، صحاح ستہ کی صرف چار کتابیں سنن میں داخل ہیں اور وہ یہ ہیں: ◉ ترمذی. ◉ ابوداؤد. ◉ نسائی. ◉ ابن ماجہ۔ صحاح ستہ میں موجود سنن کے علاوہ مندرجہ ذیل کتابیں بھی سنن میں شامل ہیں: ◉ امام ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمیؒ کی ’’سنن دارمی ◉ امام دارقطنیؒ کی ’سنن دارقطنی‘ ◉ امام بیہقیؒ کی ’’سنن بیہقی‘‘ جسے السنن الکبری بھی کہا جاتا ہے، اور انہی کی ’’السنن الکبیرۃ‘‘ بھی ہے۔ ◉ سنن سعید بن منصورؒ، وغیرہ۔

ان کے علاوہ محدثین نے سنن کی کئی کتابیں لکھی ہیں جو تعداد میں جامع سے کہیں زیادہ ہیں۔

3- مستخرج :

اس حدیث کے مجموعے کو کہتے ہیں جس کا مؤلف کسی ایک خاص حدیث کی کتاب کو سامنے رکھ کر، اس کتاب کی احادیث کو اپنی سند سے بیان کرے، محدثین نے اس قسم کی کئی کتابیں لکھی ہیں جن میں امام یعقوب بن اسحاق اسفرائینیؒ کی مستخرج ابوعوانہ ہے جسے صحیح ابوعوانہ بھی کہتے ہیں، اس کتاب کو امام اسفرائینیؒ نے صحیح مسلم کی احادیث پر مستخرج کیا ہے، اسی طرح امام اسماعیلیؒ نے صحیح بخاری شریف کی احادیث کو اپنی سند سے بیان کیا ہے اور ان کی اس کتاب کا نام ’’مستخرج اسماعیلی‘‘ ہے۔

4- مستدرک :

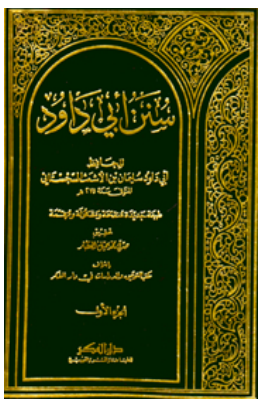
اس حدیث کی کتاب کو کہا جاتا ہے جس کا مؤلف کسی خاص ایک یا دو حدیث کی کتابوں کو سامنے رکھ کر، اسی صاحب کتاب کی شروط پر احادیث درج کرتا ہے جو اُس کتاب کے موضوع میں شامل ہونے سے رہ گئی تھیں، اور پھر اپنی کتاب میں ان احادیث کو الگ کر کے جمع کر دیتا ہے، اس عمل کو استدراک، اور اس کتاب کے مجموعے کو مستدرک کہتے ہیں، اس قسم کی سب سے مشہور کتاب امام حاکمؒ کی مستدرک حاکم ہے، جو انہوں نے بخاری ومسلم پر استدراک کرتے ہوئے تالیف فرمائی۔

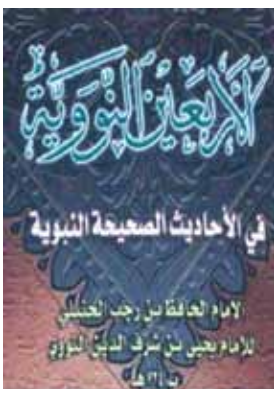
5- مسند :

اس حدیث کے مجموعے کو کہا جاتا ہے جس میں ہر صحابی کی تمام روایات کو چاہے وہ کسی بھی موضوع سے متعلق ہوں ایک جگہ جمع کر دی گئی ہوں، اور صحابہ کرام کی ترتیب بھی تین لحاظ سے ہوگی:

۱) حروف تہجی کے اعتبار سے : مثلاً جن صحابہ کرام کا نام ’’أ‘‘ سے شروع ہوتا ہو، ان تمام کی احادیث ایک جگہ، پھر جن صحابہ کرام کا نام ’’باء‘‘ سے شروع ہوتا ہو، ان کی احادیث ایک جگہ، الیٰ آخرہ.

۲) باعتبار سبقت اسلام : یعنی جن صحابہ کرام نے پہلے پہل اسلام قبول کیا، سب سے پہلے ان کی احادیث، مثلاً: پہلے عشرہ مبشرہ کی روایات، (عشرہ مبشرہ سے مراد وہ دس صحابہ کرام جنہیں دنیا میں ہی جنت کی خوشخبری دی گئی تھی، اور وہ یہ ہیں: سیدنا ابوبکر صدیق، عمر بن خطاب، عثمان بن عفان، علی بن ابی طالب، زبیر بن عوام، عبدالرحمٰن بن عوف، طلحہ بن عبید اللہ، ابوعبیدہ بن جراح، سعد بن ابی وقاص، سعید بن زید) پھر اصحاب بدر، جو تعداد میں ۳۱۳ ہیں۔ پھر اہل بیعت رضوان، جو تعداد میں تقریبا ۱۴۰۰ ہیں، اور پھر ان صحابہ کرام کی روایات ہوں گی جو فتح مکہ کے دن ایمان









لائے۔

۳۔ باعتبار شرف نسب : جیسے سب سے پہلے خاندان نبوت بنو ہاشم کی احادیث لائی جائیں گی، پھران کی جن کا تعلق بنو ہاشم سے ہو، جیسے سیدنا عثمان ﷺ، اس لیے کہ آپ کی والدہ ہاشمیہ اور رسول اکرم ﷺ کی پھوپھی تھیں. اور سیدنا ابوبکر صدیق ﷺ کی، اس لیے کہ آپ کی بیٹی ام المؤمنین سیدہ عائشہؓ رسول اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ ہیں، اوران کے بعدان کی احادیث لائی جاتی ہیں جوشرف نسب میں زیادہ فضیلت والے ہوں۔

کتب مسانید بہت سی ہیں لیکن ان میں سب سے زیادہ مشہور کتاب امام اھل السنۃ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کی جمع کردہ مسند احمد بن حنبل ہے، اس کے علاوہ مسانید میں مسند ابوبکر بن ابی شیبہ، مسند بزار، مسند عبد بن حمید، مسند ابوداؤد طیالسی، مسند ابویعلیٰ، مسند یعقوب بن شیبہ، اور مسند ابن ابی اسامہ، وغیرہ ہیں۔

6- معجم :

اصطلاح محدثین میں اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں احادیث کو بترتیب شیوخ واساتذہ لکھا جائے، اور شیوخ کی ترتیب بھی تین لحاظ سے ہوگی:

- ترتیب وفات کے لحاظ سے۔
- تقویٰ اور علم کے لحاظ سے۔
- حروف تہجی کے اعتبار سے۔

معجم میں سب سے مشہور کتاب امام ابوالقاسم طبرانیؒ کی **المعجم الکبیر، المعجم الاوسط** اور **المعجم الصغیر** ہے۔

7- الجزء :

محدثین کی اصطلاح میں اس حدیث کی کتاب کو کہتے ہیں، جس میں کسی ایک صحابی کی، یا کسی ایک خاص موضوع یا خاص مسئلے پر احادیث جمع کی جائیں. مثلاً اگر سیدنا ابوبکر صدیق ﷺ کی احادیث جمع کردی جائیں تو وہ کتاب ''جزء ابی بکر'' ہوجائے۔

اجزاء میں سب سے مشہور جزء امام بخاریؒ کی 'جزء رفع الیدین' ہے، جس میں آپ نے رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع الیدین کرنے کی احادیث جمع فرمائی ہیں، نیز آپ نے جہری نمازوں میں امام کے پیچھے سورۃ الفاتحہ پڑھنے کی تمام احادیث کو ''جزء القراءۃ'' کے نام سے ایک کتاب میں جمع فرمادیا ہے۔ اسی موضوع پر امام بیہقی رحمہ اللہ نے بھی ''کتاب القراءۃ'' کے نام سے ایک مجموعۂ حدیث جمع فرمایا ہے جسکا شمار بھی جزء ہی میں ہوتا ہے۔

8- اربعین :

محدثین کی اصطلاح میں اربعین اس مجموعۂ حدیث کو کہا جاتا ہے جس میں کسی ایک راوی کی ایک ہی موضوع پر چالیس احادیث کو جمع کیا جائے، یا متعدد راویوں کی مختلف موضوع پر چالیس احادیث کو جمع کیا جائے، اس قبیل کی کتابوں میں سب سے مشہور کتاب امام نوویؒ کی ''اربعین نوویہ'' ہے۔

9- کتب علل :

ان کتابوں کو کہتے ہیں جن میں احادیث کے ضعف (FALT) کی وجوہات کو بیان کیا جائے، مثلاً: کوئی روایت اگر ضعیف ہے تو کیوں ہے؟ کیا اس کا کوئی راوی ضعیف ہے، یا اس سند کا سلسلہ ٹوٹا (منقطع) ہے، یا اور کوئی وجہ ہے۔ غرضیکہ احادیث کو ان کی علتوں (FALTS) کے ساتھ بیان کیا جائے، اس موضوع پر امام ابن جوزیؒ کی ''العلل المتناھیۃ'' اور امام دارقطنیؒ کی ''کتاب العلل'' اور امام ابن حاتمؒ کی ''علل ابن حاتم'' ہے۔

10- اطراف :

محدثین کے نزدیک اطراف کی شکل یہ ہوتی ہے کہ ایک خاص حدیث کی تمام سندیں، یا کئی مخصوص احادیث کی اسانید کو جمع کردیا جائے، جہاں تمام اسانید ایک جگہ جمع ہوجائیں تو وہاں سے آگے ایک سند نقل کردی جائے، اس قسم کی کئی کتابیں ہیں: مثلاً ابن عساکرؒ کی ''**الأشراف علی معرفة الأطراف**'' حافظ جمال الدین مزیؒ کی ''**تحفة الأشراف بمعرفة الأطراف**'' حافظ ابن حجرؒ کی ''**إتحاف المهرة بأطراف العشرة**'' وغیرہ ہیں۔

11- مسلسل :

اصطلاحِ محدثین میں مسلسل اس مجموعۂ حدیث کو کہتے ہیں جس میں وہ احادیث جمع کی جائیں جن کے اندر ایک خاص راوی، یا کئی راویوں کی کوئی صفت، کوئی فعل (کام) یا کسی قول کا تسلسل موجود ہو، مثلاً: ایک راوی نے ایک حدیث بیان کی اور اس کے بعد وہ ہنس پڑے اور فرمانے لگے کہ: اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد میرے شیخ نے بھی اسی طرح ہنسا تھا، اوران کے شیخ نے بھی یہ فعل کیا تھا اور فلاں صحابی نے بھی اس روایت کو بیان کرنے کے بعد یہ عمل دہرایا تھا، اور رسول اکرم ﷺ نے بھی اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد تبسم فرمایا تھا۔

اس قسم کی روایات کو جسمیں کسی حدیث کو بیان کرنے کے بعد کوئی خاص فعل یا عمل کیا گیا ہو تو اسے روایت ''**مسلسل بالفعل**'' کہا جائے گا، اگر کسی خاص صفت والی روایات جمع کی جائیں تو انہیں ''**مسلسل بالصفة**'' کہا جائے گا۔

اور اسی سلسلے کی ایک اور قسم ہے جسے حدیث ''**مسلسل بأوّلیه**'' کہتے ہیں، ان میں ہر راوی اپنی خاص روایت بیان کرنے کے بعد کہتا ہے کہ میرے شیخ نے یہ حدیث مجھے پہلی ملاقات میں بیان فرمائی ہے، اور اسی طرح ان کو بھی ان کے شیخ نے پہلی ملاقات میں یہ حدیث بیان کی تھی، الیٰ آخرہ۔

اسی کی ایک قسم ''**مسلسل بتحریک الشفتین**'' ہے کہ جب راوی اس حدیث کو بیان کرے تو اپنے ہونٹ ہلائے اور کہے کہ: میرے شیخ نے بھی یہ حدیث بیان کرتے ہوئے یہ عمل کیا تھا، اسی طرح سیدنا ابن عباس ﷺ نے کیا تھا اور اسی طرح رسول اکرم ﷺ نے اپنے مبارک لبوں کو حرکت دی تھی.











حج: سفرِ محبت

حج کی حقیقت کو تم ایک دفعہ پالو، اچھی طرح اور پوری طرح جان لو، اسی کے مطابق خود کو ڈھالو، اسی کی روشنی میں ہر قدم اٹھاؤ، تو ایک کے بعد ایک، حج کے فیوض و برکات اور انعامات و فتوحات کے دروازے تمھارے لیے کھلتے چلے جائیں گے۔

حج کیا ہے؟ اللہ سے محبت کرنا، ان کی محبت پانا۔ حج کا سفر محبت و وفا کا سفر ہے۔ اس کا مدعا اور حاصل، اللہ کے سوا کچھ نہیں۔ اس کا ہر عمل محبت و وفا کا عمل ہے، اس کی ہر منزل محبت و وفا کی منزل ہے۔ یوں سمجھو کہ حج سارے کا سارا ﴿یُحِبُّهُمْ وَیُحِبُّونَه﴾ اللہ اپنے ان پروانوں سے محبت کرتے ہیں اور یہ پروانے ان کی محبت میں سرشار ہیں، کی مجسم اور متحرک تصویر ہے۔

دیکھو، بات یہ ہے کہ اللہ تم سے، اپنے بندوں سے، بے پناہ محبت کرتے ہیں۔ جیسا حضور پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''وہ ماں باپ سے بھی کہیں زیادہ محبت والے ہیں''۔ وہ اپنی ذات میں بے انتہا رحمت اور محبت کرنے والے ہیں۔ اللہ کو پکارو یا الرحمٰن کو، ایک ہی بات ہے۔ گویا اللہ کے معنی ہی الرحمٰن ہیں۔ ساتھ ہی وہ سارے دنیا والوں پر اپنی بے پایاں رحمتوں کی مسلسل بارش کر رہے ہیں۔ دنیا میں مخلوقات کے درمیان تم جہاں بھی اور جتنی بھی رحمت دیکھتے ہو، وہ سب بھی ان ہی کی رحمت کا جلوہ ہے۔ مگر دنیا میں وہ جتنی رحمت کر رہے ہیں، وہ ان کی رحمت کے ایک سو میں سے ایک حصے کے برابر بھی نہیں، اگرچہ اس کا بھی احاطہ اور شمار ممکن نہیں۔ ۹۹ حصے انھوں نے آخرت میں عطا کرنے کے لیے رکھے ہوئے ہیں۔

یہ انھی کی رحمت اور محبت ہے کہ انھوں نے ہمیں قرآن عطا کیا، تاکہ ہم آخرت کی رحمتوں میں سے حصہ پاسکیں۔

رسول پاک ﷺ جو رحمۃ للعالمین اور رؤف و رحیم ہیں، ہمارے اوپر اللہ کی رحمت و شفقت کا مظہر ہیں ﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ... الخ﴾۔ موت کے بعد زندگی بخشنا اور اعمال کی جزا دینا بھی ان کی رحمت کا تقاضا ہے ﴿كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ﴾۔ ہمیں دین اسلام عطا کر کے تو انھوں نے رحمت و انعام کی انتہا کر دی، یہ ان کی نعمت کا اتمام ہے کہ یہی آخرت میں ان کی رحمت تک پہنچنے کا راستہ ہے۔ یہ بھی ان کی ہمارے ساتھ محبت کا ثمر ہے، ان کا فضل اور نعمت ہے کہ انھوں نے ہمارے دلوں میں ایمان ڈال دیا، اسے دلوں کی زینت بنا دیا، اسے ہمارے لیے محبوب بنا دیا۔ ان کے ساتھ ہماری جتنی محبت ہے، وہ ان کی محبت اور ایمان کا ثمر ہے۔ ﴿وَالَّذِينَ اٰمَنُوا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ﴾ جو ایمان والے ہیں، وہ سب سے زیادہ شدت سے اللہ سے محبت کرتے ہیں۔ ایمان کی ساری شیرینی، مزا اور رنگ ان کے ساتھ اسی محبت کے دم سے ہے۔

یہ بیانِ محبت ذرا طویل ہو گیا۔ لیکن محبت کے بیان کی لذت! دل چاہتا ہے کہ ختم ہی نہ ہو۔ محبت کے سفر کی لذت! دل چاہتا ہے کہ وقت سے پہلے شروع ہو جائے، ختم ہونے کا نام نہ لے۔ اس کی ہر رحمت میں لذت کی چاشنی ملتی ہے۔ حج کی حقیقت کو دل کی گہرائیوں میں پالینے کے لیے کم سے کم اتنا بیان لذیذ ہی نہیں، ضروری بھی تھا۔

دیکھو! ویسے تو اس دین کا ہر حکم، جو نعمت و محبت کا اتمام ہے، بندوں سے ان کی محبت کا مظہر ہے، اور ان کی محبت کے حصول کا راستہ، جو بندوں کی غایت ہے۔ ''سجدہ کس لیے کرو؟'' تاکہ ہم سے قریب ہو جاؤ۔ ''مال کس لیے دو؟'' عَلٰی حُبِّہ، ان کی محبت میں، ان کی محبت و رضا کے لیے۔ احکام، حرام و حلال کے ہوں، اخلاق و معاملات کے، ہجرت و جہاد کے سب ہم پر ان کی شفقت و رحمت پر مبنی ہیں۔ مگر حج کی بات ہی دوسری ہے۔ یہ تم سے اللہ کی محبت کا، اور ان کی محبت کے اظہار کا بے مثال مظہر ہے، اور تمھارے لیے ان سے محبت کرنے کا، اپنی محبت کا اظہار کرنے کا اور ان کی محبت پانے کا انتہائی کامیاب و کارگر نسخہ۔ عبادات میں اس پہلو سے اس کی کوئی نظیر نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے، ہمیں اپنی محبت دینے اور ان سے محبت کرنے کی نعمت بخشنے کی خاطر، مکہ کی بے آب و گیاہ وادی میں ایک بظاہر بالکل سادے اور معمولی گھر کو 'اپنا گھر' بنالیا اور مشرق و مغرب میں تمام انسانوں کو اپنے اس گھر آنے کا بلاوا بھیجا، کہ آؤ، سب کچھ چھوڑ کر، لَبَّیکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیکَ کہتے ہوئے آؤ۔ پتھروں کے اس گھر آؤ، اس گھر میں اپنے خدائے ذوالجلال کی محبت اور قربت حاصل کرو۔ اس گھر میں، اس کے در و دیوار میں، اس کی گلی کوچوں میں، اس کی طرف سفر میں انھوں نے تمھارے جذبہ عشق و محبت کے لیے تسکین و سیرابی، شادکامی اور لذت و کیف کا وہ سارا سامان رکھ دیا جو ایک عاشق صادق اپنے محبوب کے کوچہ و دیار اور در و دیوار سے پانے کی تمنا کر سکتا ہے۔

یہ بھی اللہ کی رحمت و محبت کا کرشمہ ہے کہ انھوں نے عشق و محبت کے اس مرکز میں، جو بظاہر حسن تعمیر اور جمال ماحول سے بالکل مبرا ہے، بڑی عجیب و غریب محبوبیت رکھ دی ہے! اس گھر کو انھوں نے اعلیٰ ترین شرف و کرامت سے نوازا ہے۔ اسے انھوں نے اپنی بے پناہ عظمت و جلال کا مظہر بنایا ہے۔ اس کے سینے سے انھوں نے رحمت و محبت، برکت و ہدایت اور انعام و اکرام کے لازوال چشمے جاری کیے ہیں۔ آیات بینات کا ایک اتھاہ خزانہ ہے جو اللہ نے اس گھر کی سادہ مگر محبت کے رنگ سے رنگین داستان کے ورق ورق پر رقم کر دیا ہے۔ اللہ کے گھر کے حسن و جمال اور شانِ محبوبیت کا بیان اسی طرح الفاظ کے بس سے باہر ہے، جس طرح کسی حسین کے حسن کا اور کسی شے لذیذ کی لذت کا، جو تم دیکھنے اور چکھنے ہی سے پا سکتے ہو۔

دوسری طرف انھوں نے اپنے چاہنے والوں کے دلوں میں اس گھر کی محبت ڈال دی ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ جو جا نہیں سکتے، وہ بھی جانے کی آرزو اور شوق میں سلگتے رہتے ہیں، اور کچھ نہیں تو روزانہ پانچ دفعہ، اس گھر کی طرف رخ کر کے، گھر کے مالک سے قرب اور ہم کلامی کے لیے کوشاں ہوتے ہیں۔ لیکن ایک طرف دیارِ محبوب کی شانِ محبوبیت اور دوسری طرف محبت کرنے والوں کی محبت، ازل سے عشاق بے تاب کا ایک ہجوم بے پناہ ہے جو ہر وقت اور ہر جگہ سے کھنچ کھنچ کر اس گھر کے گرد جمع ہوتا چلا آرہا ہے۔ خاص طور پر حج کے وقت، جس کو رب البیت نے جلوہ و زیارت کے لیے مخصوص و متعین کیا ہے۔ آج تم بھی اسی ہجوم کا ایک حصہ ہو، اور میری تمنا ہے، اور تمھاری بھی یہی تمنا ہونی چاہیے کہ محبت کی یہی چنگاری تمھارے دل میں سلگ رہی ہو، اور وہی تمھیں کشاں کشاں دیارِ محبوب کی طرف لیے جا رہی ہو۔

اب ذرا حج کے اعمال و مناسک کو دیکھو جو تم بجالاؤ گے۔ یہ تمام تر عشق و محبت کے اعمال ہیں۔ یہ بھی اللہ کی محبت ہے کہ انھوں نے محبت کی ان اداؤں کی تعلیم دی، ان کو اپنے گھر کی زیارت کا حصہ بنایا، اور ان پر محبت اور اجر کی بشارت دی۔ یہ سنت ابراہیم کا ورثہ ہیں۔ دیکھو شاہ عبدالعزیز صاحب ان اعمال کی حقیقت کی کتنی خوب صورت تصویر کھینچتے ہیں:

''حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا گیا [اور یہی حکم تمھارے لیے ہے] سال میں ایک دفعہ اپنے کو اللہ کی محبت میں سرگشتہ و شیدا بناؤ، اس کے دیوانے ہو جاؤ، عشق بازوں کے طور طریقے اختیار کرو محبوب کے گھر کے لیے..... ننگے پاؤں، الجھے ہوئے بال، پریشان حال، گرد میں اَٹے ہوئے..... سرزمینِ حجاز میں پہنچو، اور وہاں پہنچ کر کبھی پہاڑ پر چڑھو، کبھی وادی میں دوڑو، کبھی محبوب کے گھر کی طرف رخ کر کے کھڑے ہو جاؤ..... اس خانہ تجلیات کے چاروں طرف دیوانہ وار چکر لگاؤ، اور حجرِ اسود کو چومو اور چاٹو۔''

محبت کرنے اور محبت پانے کے یہ سب طریقے اللہ کی رحمت ہی نے تمھیں سکھائے ہیں۔

یہ ہے وہ حج جس کے لیے تم روانہ ہو رہے ہو۔ جتنا عشق و محبت کا یہ سبق ازبر کرو گے، دل پر اسے نقش کرو گے، اسے یاد رکھو گے، اللہ کو تم سے جو محبت ہے اس کی حرارت اور طمانیت اپنے اندر جذب کرو گے، اللہ سے ٹوٹ کر پورے دل سے محبت کرو گے اور اس کا اظہار کرو گے، حج کے ہر عمل کو زیادہ سے زیادہ اس محبت کے رنگ میں رنگو گے، اس سے اللہ کی محبت کی طلب اور جستجو کرو گے، انھی کی محبت اور قرب کی آرزو اور شوق میں جلو گے، اتنا ہی تم حج کی آغوش سے اس طرح گناہوں سے پاک و صاف ہو کر لوٹو گے جیسے ماں کے پیٹ کی آغوش سے نکلتے ہو، اور تمھارے حق میں نبی پاک ﷺ کی بشارت پوری ہوگی۔

(حاجی کے نام، منشورات، لاہور، ص ۸-۱۴)

اسراف: مسلم معاشرے کا ناسور

محمد نصیر الدین

ایسا خرچ جو کہ ضروریات زندگی کو پورا کرنے کے لیے کیا جائے یا مخلوق خدا کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے کیا جائے یہ ضروری خرچ ہے البتہ انسانی زندگی میں ضروریات زندگی کے علاوہ دوسری قسم کا خرچ بھی داخل ہوگیا ہے، جس کو اسراف کا نام دیا گیا ہے۔ جو خرچ بھی نمود ونمائش، نفس کی تسکین، ذوق وشوق کی تکمیل یا سماج میں خود کو بڑا ثابت کرنے کے لیے کیا جائے وہ اسراف اور فضول خرچی کی تعریف میں آتا ہے۔

فی زمانہ یوں تو ہر شخص اس بُرائی میں مبتلا ہے، لیکن وہ ملت جو احکام شریعت اور نظام زندگی رکھتی ہے وہ بھی اس قبیح بُرائی کا شکار نظر آتی ہے۔ آج کل فضول خرچی اور اسراف کے معاملے میں مسابقت ہونے لگی ہے۔ غریب، امیر، شہری، دیہاتی، جاہل، عالم اور عورت، مرد سب اس برائی کو اپنائے ہوئے ہیں۔ اگر وہ بھی اسراف کی راہ پر چل پڑیں تو اس سے زیادہ بدنصیبی اور کیا ہوسکتی ہے۔ اخبارات میں برابر تقاریب اور سرگرمیوں کی تفصیلات آتی رہتی ہیں، جن سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ ملت اسلامیہ کے افراد اپنی دولت کو کس طرح بے دریغ خرچ کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ شادی بیاہ اور چھوٹی موٹی تقریبات پر دولت کو پانی کی طرح بہانا قابل فخر بن گیا ہے۔ روزمرّہ کی زندگی میں بھی اسراف وفضول خرچی عام نظر آتی ہے۔ گھروں کی سجاوٹ، لباس کے اہتمام، سواریوں کی خریداری اور دوسری ضروریات زندگی کی تکمیل میں ہر شخص تفاخر وتکاثر کی راہ پر گامزن نظر آتا ہے۔

کچھ لوگوں کا یہ خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب کسی کو دولت سے نوازا ہے تو اسے استعمال کرنے میں اور خاص کر اپنی خوشیوں کو دوبالا کرنے اور اپنے ارمانوں اور آرزوؤں کی تکمیل کرنے میں اور عیش وآرام کے لیے صرف کرنے میں کیا حرج ہے؟ یقیناً مال ودولت اللہ کی نعمت ہے، جس کے حاصل ہونے پر ہر شخص کو شکر ادا کرنا چاہیے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے دولت عطا کرکے کسی فرد کو یہ کامل اختیار نہیں دیا کہ وہ جیسے چاہے خرچ کرے۔ بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ سوائے ناجائز وحرام کاموں کے دیگر امور پر دولت کو جیسے چاہے خرچ کیا جاسکتا ہے۔ یہ خیال صحیح نہیں ہے اسلام نے دولت کی آمد اور خرچ دونوں پر بندھ باندھا ہے۔ نہ حصول دولت میں حرص وہوس کی اجازت دی ہے اور نہ خرچ میں بے اعتدالی کی اجازت دی ہے۔ بلکہ یہ بات بھی بتادی ہے کہ قیامت کے دن دولت کی آمد وخرچ کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن کسی بنی آدم کے قدم اس وقت تک نہیں ہٹیں گے، جب تک کہ اس سے چار سوال نہ کیے جائیں: عمر کیسے گزری؟ جوانی کہاں گزری؟ مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ اور جو کچھ علم حاصل کیا تھا، اس پر کہاں تک عمل کیا؟ (ترمذی)

اسلام نے مہمان کی خاطر مدارات سے منع نہیں کیا ہے، بلکہ مہمان کی توقیر وعزت کرنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: 'جو لوگ خدا اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہوں، انھیں اپنے مہمانوں کی خاطر تواضع کرنی چاہیے' (بخاری ومسلم)

اسی طرح سیرت النبی میں یہ بات ملتی ہے کہ جب آپ ﷺ مہمان کو اپنے دسترخوان پر کھانا کھلاتے تو بار بار فرماتے ''اور کھائیے اور کھائیے'' اسی طرح قرآن مجید میں فرمایا گیا: ''اے بنی آدم! ہر عبادت کے موقع پر اپنی زینت سے آراستہ رہو اور کھاؤ، پیو اور حد سے تجاوز نہ کرو۔ اللہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا''۔ سورہ بنی اسرائیل میں فرمایا گیا: ''فضول

> اسلام نے دولت کی آمد اور خرچ دونوں پر بندھ باندھا ہے۔ نہ حصول دولت میں حرص وہوس کی اجازت دی ہے اور نہ خرچ میں بے اعتدالی کی اجازت دی ہے۔ بلکہ یہ بات بھی بتادی ہے کہ قیامت کے دن دولت کی آمد وخرچ کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

خرچی نہ کرو فضول خرچ لوگ شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے''۔

درج بالا احادیث نبوی اور آیات مبارکہ کے پس منظر میں ہم اپنی تقریبات کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ مہمانوں کی تکریم کے نام پر انواع واقسام کے پکوان کو ضروری کرلیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں شادی خانوں کی سجاوٹ اور روشنی کے نام پر لاکھوں روپیہ خرچ کردیا جاتا ہے۔ اب تو صورتحال یہ ہے کہ شادی بیاہ کے پکوانوں، شادی خانوں کی سجاوٹ، ویڈیو اور فوٹو گرافی، زرق برق لباس، دلہن کے زیورات و دیگر چیزوں پر مقابلہ آرائی ہونے لگی ہے۔ دعوت ناموں کی چھپائی پر ہی ہزاروں روپے خرچ کیے جارہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''بخدا مجھے ڈر اس بات کا ہے کہ دنیا تم پر اپنا جال پھیلائے گی، جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر اس نے پھیلایا تھا تو تم بھی دنیا طلبی میں مقابلہ کرنے لگو گے، جس طرح انھوں نے مقابلہ کرنا شروع کردیا تھا۔ پس وہ تمہیں ہلاک کردے گی، جس طرح تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا تھا''۔ (بخاری)

دوسری جو چیز فخر ومباہات کا باعث بنتی جارہی ہے وہ شادیوں کے موقع پر ایک سے بڑھ کر ایک اعلیٰ لباس اور زیور ہے۔ ہر شخص اس بات کے لیے کوشاں ہے کہ وہ مشہور زمانہ یا زمانہ کا چلتا ہوا جدید فیشن کا حامل لباس زیب تن کرے، اسی طرح خواتین بھی لباس کے نت نئے انداز اور فلموں یا سیریلوں کے اداکاراؤں کے لباس کو اپنانے میں ایک دوسرے سے بازی لے جانے میں مصروف ہیں، افسوس تو یہ ہے کہ جدید لباس کے چکر میں خواتین اتنی بے لگام ہوگئی ہیں کہ انہیں جسم کی نمائش یا عریانی کی بھی کوئی پروا نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ زیورات خریدنا، موقع بہ موقع زیورات کو تبدیل کرنا یا انھیں جدید فیشن بنانا اور ہر تقریب کے مواقع پر نئے زیور کا استعمال کرنا خواتین کی ایک عادت سی ہوگئی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں جو کچھ نعمتیں عطا کی ہیں، خاص طور پر جو کچھ دولت عطا کی ہے، اس پر ہر انسان کو قیامت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہی کرنی ہے۔ چنانچہ سورہ التکاثر میں ارشاد ہے: ''تم سے ضرور ان نعمتوں کے بارے میں قیامت کے دن پوچھا جائے گا''۔ ظاہر ہے جو شخص اللہ کی نعمتیں پاکر اللہ کی مرضی اور منشاء کے مطابق زندگی گزارے گا وہ اللہ کے محبوب بندوں میں شامل ہوسکے گا اور جو شخص اللہ کی نعمتوں کو تفاخر، نام ونمود اور شہرت وعزت کی طلب میں لگائے گا، اسے ذلت ورسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ مال ودولت عطا فرما کر اللہ تعالیٰ نے نہ صرف دولت مندوں پر زکوٰۃ فرض فرمائی ہے۔ بلکہ محتاجوں، ضرورت مندوں، مسکینوں، مسافروں کے علاوہ فی سبیل اللہ خرچ کرنے کا بھی بار بار حکم دیا ہے۔ مال و دولت حاصل کرکے آزاد ہوجانا، کیف وسرور کی محفلیں آراستہ کرنا، پارٹیز وکلب پر دولت خرچ کرنا، عالیشان بنگلوں اور فارم ہاؤسیز میں عیش کوشی کا سامان فراہم کرنا اور تفریح طبع کے لیے دولت کا لٹانا کسی بھی صورت میں اہل ایمان کے لیے جائز نہیں ہوسکتا۔ دولت عطا کرکے اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر چند ذمے داریاں بھی ڈالی ہیں۔ اگر اہل دولت اللہ اور رسول کے واضح احکام کے باوجود اسراف وفضول خرچی میں اپنی دولت صرف کریں اور انفاق فی سبیل اللہ سے کترائیں گے تو قیامت کے دن وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو کیا منہ دکھائیں گے؟ اپنی خوشی، بچوں کی خواہش، بیوی کی آرزو، ماں باپ کی تمنا کے نام پر بے مصرف اور فضول امور میں دولت لٹانا، احکام الٰہی سے کھلی بغاوت ہے، ایسے افراد شیطان کے راستے کے راہی ہیں۔ بلکہ وہ شیطان کے بھائی ہیں۔ شیطان پر جس طرح اللہ کا غضب ہے، اسی طرح وہ بھی غضب الٰہی کا مستحق بن سکتے ہیں۔

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہمدم سید المرسلین محمد ﷺ، جگر گوشۂ خلیفۃ المسلمین، شمع کاشانۂ نبوت، آفتاب رسالت کی کرن، گلستان نبوت کی مہک، مہر و وفا اور صدق و صفا کی دلکش تصویر، خزینۂ رسالت کا انمول ہیرا، جن کی شان میں قرآنی آیات نازل ہوئیں، جن کو تعلیمات نبوی پر عبور حاصل تھا، جنہیں اپنی زندگی میں لسان رسالت سے جنت کی بشارت ملی، جنہیں ازواج مطہرات میں ایک بلند اور قابل رشک مقام حاصل تھا، جو فقاہت، ثقاہت، امانت و دیانت کے اعلیٰ معیار پر فائز تھیں۔

ولادت : حضرت ام رومان کا پہلا نکاح عبداللہ ازدی سے ہوا تھا۔ عبداللہ کے انتقال کے بعد وہ ابوبکر ؓ کے عقد میں آئیں۔ ابوبکر ؓ کے دو بچے تھے، عبدالرحمٰن اور عائشہ۔ زمانہ اسلام میں آپ کی ولادت ہوئی، زمانہ جاہلیت کو نہیں دیکھا۔

نام : نام عائشہ تھا۔ ان کا لقب صدیقہ تھا۔ ام المومنین ان کا خطاب تھا۔ نبی مکرم ﷺ نے ''بنت الصدیق'' سے بھی خطاب فرمایا ہے۔ اور کبھی کبھار ''حمیرا'' سے بھی پکارتے تھے۔

کنیت : عرب میں کنیت شرافت کا نشان ہے۔ چونکہ حضرت عائشہ کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی۔ اس لیے کوئی کنیت بھی نہ تھی۔ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ سے حسرت کے ساتھ عرض کیا کہ اور عورتوں نے تو اپنی سابق اولادوں کے نام پر کنیت رکھ لی ہے، میں اپنی کنیت کس کے نام پر رکھوں؟ فرمایا: اپنے بھانجے عبداللہ کے نام پر رکھ لو"۔ چنانچہ اسی دن سے ام عبداللہ کنیت قرار پائی۔

نکاح : ہجرت سے ۲ برس پہلے سید المرسلین سے شادی ہوئی۔ ۹ برس کی عمر میں رخصتی ہوئی۔ سیدہ عائشہ کے علاوہ کسی کنواری خاتون سے نبی کریم ﷺ نے شادی نہیں کی۔ ابھی ان کا بچپن ہی تھا کہ جبریل علیہ السلام نے ریشم کے کپڑے میں لپیٹ کر ان کی تصویر رسول اللہ ﷺ کو دکھلائی اور بتایا کہ یہ آپ کی دنیا و آخرت میں رفیقۂ حیات ہیں۔ (بخاری و مسلم) سیدہ عائشہ کا مہر بہت زیادہ نہ تھا صرف 500 درہم تھا۔

فضائل وکمالات:

◉ حضرت عمرو بن عاص ؓ نے ایک دفعہ رسول اقدس ﷺ سے پوچھا: یارسول اللہ! آپ کو دنیا میں سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ فرمایا: "عائشہ" عرض کی مردوں میں کون ہے؟ فرمایا: اس کا باپ۔ (بخاری و مسلم)

◉ ایک دفعہ حضرت عمر ؓ نے اپنی بیٹی حضرت حفصہ ؓ ام المومنین کو سمجھاتے ہوئے کہا: بیٹی عائشہ کی ریس نہ کیا کرو، رسول اللہ ﷺ کے دل میں اس کی قدر و منزلت بہت زیادہ ہے۔

◉ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مردوں میں بہت کامل گزرے لیکن عورتوں میں سے مریم بنت عمران اور آسیہ زوجہ فرعون کے سوا کوئی کامل نہ ہوئی اور عائشہ کو عورتوں پر اسی طرح فضیلت ہے جس طرح ثرید کو تمام کھانوں پر"۔

◉ امام ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ سیدہ عائشہ ؓ پوری امت کی عورتوں سے زیادہ عالمہ، فاضلہ، فقیہہ تھیں (سیر اعلام النبلاء 2/185)

◉ عروہ بن زبیر کا قول ہے: میں نے حرام و حلال، علم و شاعری اور طب میں ام المومنین عائشہ ؓ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ 5/276)

◉ ابوموسیٰ اشعری ؓ فرماتے ہیں کہ ''ہم اصحاب محمد پر جب بھی کبھی حدیث کے بارے میں کوئی مشکل پیش آئی تو ہم نے اس کا علم سیدہ کے پاس پایا''۔ (ترمذی)

◉ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں فخر نہیں کرتی بلکہ بطور واقعہ کے کہتی ہوں کہ اللہ نے دنیا میں ۹ باتیں ایسی صرف مجھ کو عطا کی ہیں جو میرے سوا کسی کو نہیں ملیں۔ ☆ خواب میں فرشتے نے آنحضرت ﷺ کے سامنے میری صورت پیش کی۔ ☆ جب میں سات برس کی تھی تو آپ ﷺ نے مجھ سے نکاح کیا۔ ☆ جب میرا سن ۹ برس کا ہوا تو رخصتی ہوئی۔ ☆ میرے سوا کوئی کنواری بیوی آپ ﷺ کی خدمت میں نہ تھی۔ ☆ آپ ﷺ جب میرے بستر پر ہوتے تب بھی وحی آتی تھی۔ ☆ میں آپ ﷺ کی محبوب ترین بیوی تھی۔ ☆ میری شان میں قرآن کی آیتیں اتریں۔ ☆ میں نے جبریل کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ ☆ آپ نے میری گود میں سر رکھے ہوئے وفات پائی۔

◉ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آخر وقت مسواک چبا کے نبی کریم ﷺ کو دی اور یوں اللہ نے نبی کے دہن مبارک میں سیدہ کا لعاب دہن جمع کر دیا۔ لعاب دہن رسول و عائشہ کا جمع ہونا دنیا کی آخری گھڑی اور آخرت کے پہلے لمحہ میں وقوع پذیر ہوا۔ سید کائنات، سیدۂ کائنات کے گھر میں دفن ہوئے۔

◉ نبی کریم ﷺ اعدل الناس تھے، آپ نے اپنی ازواج طاہرات وطیبات کو ایک ایک دن دے رکھا تھا اور سارا دن انھیں کے پاس گزارتے تھے مگر سیدہ عائشہ کی خوش نصیبی ملاحظہ ہو کہ سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا نے اپنا دن بھی سیدہ عائشہ کو ہبہ کر دیا۔ یوں سیدہ عائشہ کے ہاں آپ ﷺ دو دن قیام فرمایا کرتے تھے۔

◉ ہشام اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ لوگ اللہ کے رسول ﷺ کو ہدیہ دینے کے لیے حضرت عائشہ ؓ کے دن کی تلاش کرتے تھے، سیدہ عائشہ کہتی ہیں کہ میری سوکنیں ام سلمہ ؓ کے پاس اکھٹا ہوئیں اور کہا کہ لوگ عائشہ ؓ کے دن ہی ہدیہ دیا کرتے ہیں اور ہم بھی عائشہ ؓ کے جیسے خیر کی خواہشمند ہیں، لہذا رسول اللہ ﷺ سے عرض کرو کہ لوگوں کو تاکید کر دیں کہ آپ جہاں کہیں ہوں اور جس کسی کے پاس ہوں ہدیہ بھیجا کریں چنانچہ ام سلمہ ؓ نے ایک دن آپ سے اس کا ذکر کیا، لیکن آپ نے بے توجہی برتی، دوسرے دن بھی اس کا ذکر کیا تاہم آپ نے بے توجہی برتی، جب تیسرے دن ام سلمہ ؓ نے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: ''تم مجھے عائشہ کے تئیں اذیت مت دو، بخدا میرے پاس جب کبھی ایک لحاف میں وحی نازل ہوئی ہے تو میرے بستر پر عائشہ ؓ کے سوا کوئی دوسری نہ تھی''۔ (بخاری)

حضرت عائشہ اور احادیث نبوی :

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کو علمی صداقت اور احادیث روایت کرنے کے حوالے سے دیانت و امانت میں امتیاز حاصل تھا۔ سیدہ عائشہ کا حافظہ بہت قوی تھا۔ جس کی وجہ سے وہ حدیث نبوی کے حوالے سے صحابہ کرام کے لیے بڑا اہم مرجع بن چکی تھیں۔ حضرت عائشہ ؓ حدیث حفظ کرنے اور فتویٰ دینے کے اعتبار سے صحابہ کرام سے بڑھ کر تھیں۔ سیدہ عائشہ نے دو ہزار دو سو دس (2210) احادیث روایت کرنے کی سعادت حاصل کی۔

دور نبوی کی کوئی خاتون ایسی نہیں جس نے سیدہ عائشہ سے زیادہ رسول اللہ ﷺ سے احادیث روایت کرنے کی سعادت حاصل کی ہو۔ صدیقہ ؓ بنت صدیق ؓ سے ایک سو چوہتر (174) احادیث ایسی مروی ہیں جو بخاری و مسلم میں ہیں۔

وفات : 58 سن ہجری کے ماہ رمضان میں حضرت عائشہ ؓ بیمار ہوئیں، انہوں نے وصیت کی کہ انہیں امہات المومنین اور رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت کے پہلو میں جنت البقیع میں دفن کیا جائے۔ ماہ رمضان کی 17 تاریخ منگل کی رات ام المومنین عائشہ ؓ نے وفات پائی۔ وفات کے وقت ان کی عمر 66 برس تھی۔ 18 سال کی عمر میں بیوہ ہوئی تھیں۔ حضرت ابوہریرہ ؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

ہندوستانی مسلمان

ماہ ضیاء (کویت)

ہندوستان

ایک عظیم الشان ملک ہے۔ ایک ایسا ملک جو اپنے اندر صدیوں پرانی ان گنت تہذیبیں چھپائے ہوے ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ اس ملک نے ہر مذہب اور ہر تہذیب کے لوگوں کو اپنا دامن پھیلا کر خوش آمدید کہا ہے۔ کشمیر سے کنیا کماری تک تقریباً 3287263 کلومیٹر رقبہ پر پھیلا ہوا یہ ملک جسے قدرت نے بھی اپنے خزانوں سے دل کھول کر نوازا ہے تہذیب وتمدن اور ثقافت سے مالا مال اپنی مثال آپ ہے۔

'ہندوستان' وہ عظیم الشان ملک ہے جسے فتح کرنا ہر دور میں ہر فاتح کا خواب رہا ہے۔ سکندر اعظم سے اکبر اعظم تک کئی حکمران آئے اور اس کے رنگ میں رنگ گئے۔ انہوں نے نہ صرف یہاں کی تہذیب کو اپنایا بلکہ اپنی تہذیب کے رنگ بکھیر کر اس میں ایک نئی جان ڈال دی۔ یہ تمام حکمران یہاں مختلف مذہبوں کے رنگ اور خوشبو کو یکجا دیکھ کر حیران رہ گئے اور انہوں نے اس ملک کو اپنا مسکن بنالیا۔ ان مسلم حکمرانوں نے نہ صرف مسلمانوں کے لیے بلکہ دوسرے مذاہب کے لوگوں کے لیے بھی ان کی شاندار عبادت گاہیں تعمیر کروائیں۔ اتنا ہی نہیں ہندوستان ان حکمرانوں کے دور میں اپنے قدرتی وسائل اور علم وادب کی وجہ سے 'سونے کی چڑیا' کے نام سے مشہور ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ مغربی دنیا کے لوگ اس ملک کی کشش سے خود کو دور نہ رکھ سکے۔ یہاں کے قدرتی وسائل، معدنیات اور یہاں کی مناسب آب وہوا نے ان کو بھی ڈیڑھ سو سال تک اس ملک سے باندھے رکھا۔ مگر جاتے جاتے وہ اس سونے کی چڑیا میں 'ہندوستان' اور 'پاکستان' نام کی دراڑ ڈال گئے۔

پاکستان .... یہ کبھی ہندوستان کا ہی حصہ ہوا کرتا تھا۔ بالکل اسی طرح جیسے ایک ہی ماں باپ کی دو اولادیا ایک ہی درخت کی دو شاخیں، جن کو ایک جیسے پانی سے سینچا گیا ہو، ایک ہی جیسی ہوا اور دھوپ ملی ہو... بالکل اسی طرح ان دونوں ملکوں کے لوگ بھی ایک ہی ماحول میں رہنے والے لوگ ہیں جن کا کھان پان، زندگی گذارنے کا طریقہ اور سب سے بڑی بات زندگی کو سوچنے کا نظریہ بالکل ایک جیسا ہے۔ ان دونوں ہی ملکوں میں مختلف مذاہب کے لوگ رہتے ہیں، فرق صرف اتنا ہے کہ ہندوستان میں غیر مسلموں کی تعداد زیادہ ہے۔

ہندوستان میں مسلمان دوسری سب سے بڑی قوم ہیں۔ یہاں ان کی تعداد تقریبا **30** کروڑ ہے۔ پورے ہندوستان میں مسجدوں کی تعداد اگر مندروں سے زیادہ نہیں تو کسی طرح کم بھی نہیں ہے۔ ایک سے ایک عالیشان مسجد جن میں دلی کی جامع



مسجد بھی شامل ہے، اس مسجد کو شاہی مسجد بھی کہا جاتا ہے۔ ان تمام مساجد میں پانچوں وقت اذان دی جاتی ہے۔ اور مسلمان بھائی ان میں نماز اور دیگر مذہبی فرائض آزادی اور بے فکری کے ساتھ ادا کرتے ہیں جیسے کسی دوسرے اسلامی ملک میں۔

دنیاوی طور پر انسان کی پہچان دو چیزوں سے ہوتی ہے۔ پہلا اس کا مذہب اور دوسرا اس کا ملک۔ بنیادی طور پر ہم سب مسلمان ہیں اور سماجی اعتبار سے 'ہندوستانی'۔ ہندوستانی مسلمانوں کی بابت عام طور پر لوگوں کے دل ودماغ میں بڑے خدشات اور وسوسے ابھرتے ہیں۔ بلکہ بعض اوقات تو انہیں بڑے عجیب وغریب سوالات سے دو چار ہونا پڑتا ہے۔ ان سوالات کی نوعیت کچھ اس طرح کی ہوی ہے، جیسے انہیں ان کے مسلمان ہونے پر شک ہو! اپنے غیر ہندوستانی مسلم بھائیوں کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ ہندوستان میں مسلمان دوسری بڑی قوم ہیں، تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک قوم اپنے حقوق سے سے محروم رہ کر جیۓ اور اس کے خلاف کوئی آواز نہ اُٹھائے۔ مسلمان ایک زندہ قوم ہیں اور زندہ قومیں جہاں بھی رہتی ہیں اپنے پورے حقوق کے ساتھ رہتی ہیں۔ بالکل اسی طرح ہندوستانی مسلمان بھی وہاں رہتا ہے۔ اس میں جائز وناجائز سوچنے اور اپنے حق کے لیے لڑنے کی طاقت موجود ہے۔ اس لیے یہ تصور کرنا کہ ہندوستان میں مسلمان ایک ڈری ہوی اور دبی ہوی زندگی گزار رہے ہیں، بالکل غلط ہے۔ ان کو پورے سماجی اور مذہبی اختیارات حاصل ہیں۔ ہمارے سامنے مثالیں موجود ہیں ڈاکٹر ذاکر حسین اور اے، پی، جے عبد الکلام کی جنہیں ہندوستان کی صدارت کا شرف حاصل رہا ہے۔

ہندوستان کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جہاں مسلمان موجود نہ ہوں اور انہوں نے اپنی قابلیت کا لوہا نہ منوایا ہو۔ تعلیم اور مذہب کے میدان میں اگر ہم بات کریں تو ڈاکٹر ذاکر نائک جیسا مقرر پوری دنیا میں نایاب ہے۔ ان کی مذہبی معلومات نے پوری دنیا کو چونکا دیا ہے۔ comparative study میں کوئی انکا ثانی اب تک بھی نہیں ... کوئی سوال نہیں جس کا جواب ان کے پاس نہ ہو۔ ان کے پروگرام ہندوستان اور اس کے باہر دنیا بھر میں منعقد ہوتے رہتے ہیں جن میں مسلم اور غیر مسلم دونوں ہی بڑی تعداد میں شرکت کرتے ہیں۔ ممبئی میں منعقد ہونے والی عالمی اسلامی کانفرنس اور اس کے دوران ہندوستانی حکومت کے سیکورٹی انتظامات اس بات کا ثبوت ہیں کہ ہندوستانی حکومت مذہب کی بنیاد پر کوئی جانبداری نہیں برتتی۔ اس کانفرنس کے اختتام پر لوگوں کی ایک بڑی تعداد نے دینِ اسلام کو اپنایا جس میں حکومت ہند نے کوئی مداخلت نہیں کی۔ یہاں یہ بات اور واضح ہوجاتی ہے کہ ہم پہلے مسلمان ہیں اس بنا پر ہمارے جو فرائض اللہ اور اسلام کے لیے ہیں انہیں پورا کرنا ہماری بنیادی ذمہ داری ہے۔ اس کے بعد ہم سماجی اعتبار سے الگ الگ ملکوں کے شہری ہیں اور ان ملکوں کے قاعدے اور قانون کو ماننا ہمارا سماجی فرض اور ایک اچھے شہری کی ذمہ داری ہے۔

اب سوال رہ جاتا ہے کچھ سیاسی جماعتوں کا، تو کچھ شر پسند عناصر کسی بھی ملک کی صحیح عکاسی نہیں کرتے اور یوں بھی چھوٹی موٹی جھڑپیں کہاں نہیں ہوتیں؟ ایک گھر میں جب دو بھائیوں کی اولاد بھی ساتھ ساتھ رہتی ہیں تو ان میں تھوڑی بہت رنجش ہوتی رہتی ہے۔ یہاں تو بات پھر کروڑوں لوگوں کی ہے! پھر آج دنیا کا کونسا ایسا ملک ہے جہاں کوئی فساد یا جھگڑا نہ ہو؟ آبادی اور رقبہ کے لحاظ سے اگر ہم دیکھیں تو مذہبی فسادات آج بھی ہندوستان میں دوسرے ممالک کی نسبت کم ہی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہندوستانی حکومت مسلمانوں کو ایک قوم کا درجہ دیتی ہے اور اس ملک میں ان کے وجود کی اہمیت کو سمجھتی ہے۔

کل

ایک صاحب نے ہمیں ایک میل بھیجا۔ یہ میل لندن کے ایک خانساماں کے بارے میں تھا۔ وہ کھانا بنانے کے دوران قرآن شریف کی تلاوت کیا کرتا تھا۔ اسے قرآن پڑھتا ہوا دیکھ کر اس کے پوتے نے بھی قرآن پڑھنا شروع کر دیا۔ ایک دن بچے نے اپنے دادا سے پوچھا کہ دادا آپ کے ساتھ میں بھی قرآن پڑھتا ہوں لیکن میں قرآن نہیں سمجھتا!

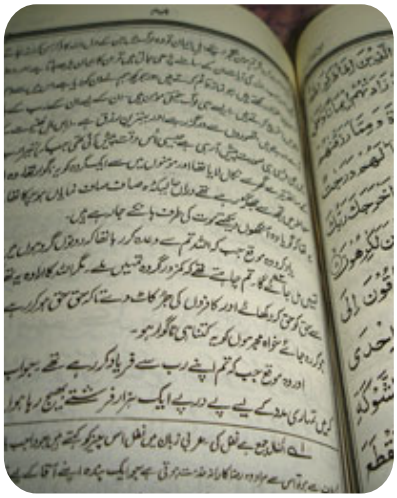
بچے کے اس سوال کے جواب میں اس کے دادا نے اس کے ہاتھ میں وہ باسکٹ تھما دیا جس میں وہ کوئلا لایا کرتا تھا اور کہا کہ جاؤ اس میں پانی بھر کر لاؤ۔ بچہ گیا اور باسکٹ میں پانی بھر کے چلا آیا۔ اس نے دیکھا کہ باسکٹ کا پانی وہیں گر گیا تھا۔ بچہ اپنے دادا کو باسکٹ تھماتے ہوئے بولا۔ دادا باسکٹ کا پانی وہیں گر گیا!۔ باسکٹ میں پانی نہیں بھرا جا سکتا۔ دادا نے کہا ایک بار اور جاؤ اور دیکھو اس بار جلدی کرنا، بھاگ کر آنا۔ بچہ نہ چاہتے ہوئے بھی دوبارہ گیا اور اس نے باسکٹ میں حسب معمول پانی بھرنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ اس بار بھی اس نے اپنے دادا کے ہاتھ میں خالی باسکٹ تھما دیا۔ دادا کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا دادا آپ نے دیکھا کہ میں نے جلدی کی لیکن باسکٹ میں پانی نہیں لا سکا۔ باسکٹ میں پانی نہیں لایا جا سکتا۔ ساری محنت رائیگاں گئی!۔

بچے کی بات سن کر دادا نے کہا کہ باسکٹ اٹھا کر دیکھو، کیا اس میں اب بھی کوئلے کی دھول لگی ہوئی ہے؟ بچے نے کہا نہیں یہ تو پوری طرح صاف ہے۔ دادا نے جواب دیا بیٹا قرآن تلاوت کرنے کا یہی فائدہ ہوتا ہے! بغیر سمجھے بھی تم تلاوت کرو گے تو اس سے تمہارا دل صاف ہو جائے گا۔ جس طرح پانی تو نہیں آیا لیکن باسکٹ صاف ہو گیا۔

میل میں لکھا ہوا تھا کہ آپ ثواب کی نیت سے اس میل کو زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچائیں۔ لیکن اس کے برعکس میں نے اس میل کو ڈیلیٹ کر دیا۔ آپ پوچھیں گے کہ میں نے ایسا کیوں کیا؟

میں نے ایسا اس لئے کیا کیوں کہ یہ میل قرآن کو نہ سمجھ کر پڑھنے کا جھوٹا جواز فراہم کر رہا تھا۔ یہ میل اس بات کی تبلیغ کر رہا تھا کہ قرآن کو بغیر سمجھے بھی پڑھا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ حالانکہ خدا چاہتا ہے کہ اس کی کتاب کو سمجھ کر پڑھا جائے۔ قرآن شریف میں اس قسم کے الفاظ آئے ہیں، **افلا یتدبرون**، **افلا یتفکرون**، **افلا یعقلون**: یعنی کیا وہ تدبر نہیں کرتے، کیا وہ غور وفکر نہیں کرتے، اور کیا وہ عقل نہیں رکھتے۔ وہ بچہ جو باسکٹ میں پانی بھر کر لا رہا تھا وہ حقیقی بچہ نہیں تھا۔ وہ کہانی کار کا پیدا کیا ہوا جھوٹا بچہ تھا۔ وہ خدا کا پیدا کیا ہوا بچہ نہیں تھا۔ خدا کی انڈسٹری سے تو باشعور بچے پیدا ہوتے ہیں۔ وہ ایک بار نادانی کرنے کے بعد دوسری بار نادانی نہیں کرتے۔ وہ باسکٹ میں پانی نہیں بھرتے۔ وہ باسکٹ سے کھیلتے ہیں۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ



میرا ایک بچہ ہے جو ابھی ایک سال کا ہوا ہے۔ جب وہ سات آٹھ مہینے کا تھا تو میں نے اسے مسہری پر بیٹھا دیا تھا۔ وہ مسہری پر ہاتھ پاؤں مارنے لگا اور نیچے گر گیا۔ میں نے دوبارہ اسے مسہری پر بیٹھا دیا لیکن دوبارہ وہ اس پر سے نہیں گرا۔ اب جب بھی وہ مسہری کے کنارے آتا ہے زور سے رونے لگتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ مسہری پر اس کی ایک حد ہے۔ اگر وہ اس سے آگے بڑھا تو اسے چوٹ کھانی پڑے گی۔ میرا یہ ماننا ہے کہ میرا بچہ کوئی استثنائی حیثیت نہیں رکھتا بلکہ دنیا کے تمام بچے اسی طرح باشعور ہوتے ہیں، بشرطیکہ وہ خدا کا پیدا کیا ہوا بچہ ہو وہ کہانی کار کا فرضی بچہ نہ ہو۔ بچے تو بے شعوری میں بھی شعور رکھتے ہیں۔ آپ سینکڑوں خواتین کو جمع کریں اور ان کے درمیان کسی بچے کو چھوڑ دیں وہ بچہ اپنی ماں کو اس بھیڑ میں پہچان لے گا۔ وہ اسی عورت کے پاس جائے گا جو اس کی ماں ہے۔

بہر کیف! میں یہ کہہ رہا تھا کہ وہ اسٹوری جھوٹی تھی۔ وہ صرف اس لئے بنائی گئی تھی تاکہ قرآن کو نہ سمجھ کر پڑھنے کا جواز فراہم کرا دیا جائے۔ حالانکہ اللہ کو قرآن فہمی مطلوب ہے نہ کہ قرآن خوانی! میں یہاں قرآن کی سورہ الفرقان سے ایک مثال پیش کروں گا:

''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے رب نے سایہ کو کس طرح پھیلا دیا۔ اگر وہ چاہتا تو اسے روک لیتا، لیکن اس نے سورج کو اس کے اوپر دلیل بنایا (تاکہ تم سورج اور سایہ کے درمیان فرق کو جانو)۔ پھر رفتہ رفتہ وہ اسے اپنی طرف سمیٹ لیتا ہے۔ اور اسی نے تمہارے لئے رات کو لباس بنایا اور نیند کو راحت کا سبب اور صبح کو رزق کمانے کا ذریعہ، تو کیا آپ کو لگتا ہے کہ وہ آدمی ہیں! نہیں، وہ تو جانور ہیں بلکہ اس سے بھی بدتر! (الفرقان) یعنی اگر وہ آدمی ہوتے تو رات، دن، سایہ، اور نیند پر غور کرتے، لیکن وہ تو جانور سے بھی بدتر ہیں کہ جانور اپنی ضرورت کی چیزوں کو ڈھونڈ نکالتا ہے۔ اس کے برعکس انسان اپنے اوپر آسمان دیکھتا ہے لیکن وہ اس پر غور نہیں کرتا۔ وہ زمین پر چلتا پھرتا ہے لیکن وہ اس پر دھیان نہیں دیتا، وہ سورج کے نیچے رہتا ہے جو کہ آگ کا گولہ ہے لیکن اس کے بارے میں تفکر نہیں کرتا۔ وہ کائنات کی تخلیق کو اپنا کنسرن نہیں بناتا۔ حالانکہ خدا چاہتا ہے کہ انسان اس کی تخلیق پر غور وفکر کرے تاکہ اسے اپنے رب کی پہچان ہو جائے۔

قرآن شریف میں ہے 'یہ وہ لوگ ہیں جو کھڑے ہو کر بیٹھ کر اور لیٹ کر خدا کو یاد کرتے ہیں، جو زمین وآسمان کی تخلیق پر غور وفکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں اے ہمارے رب آپ نے ان کو یوں ہی پیدا نہیں کیا۔ ساری تعریف آپ ہی کے لئے، پس تو مجھے جہنم کے عذاب سے بچا لے!''۔

انسان کی زبان سے اس قسم کی دعا اسی وقت نکلتی ہے جب کہ وہ خدا کی تخلیق پر غور وفکر کرے۔ جب تک انسان تفکر کے عمل سے نہیں گزرے گا تب تک اسے خدا کی معرفت حاصل نہیں ہو سکتی!۔

بقیہ صفحہ 4 کا

میری ابھی ایک بچی ہے، جس کا نام ناز ہے اور میں اسے اسلام کی اشاعت کے لیے تیار کر رہی ہوں، کیونکہ جب میں نے اسلام قبول کر لیا تو اب ایک بہت بڑی ذمہ داری کو قبول کیا ہے اور اپنے اوپر اسلام کی تبلیغ کو فرض کر لیا ہے۔ میں کوشش کرتی ہوں کہ لوگ حلقہ اسلام میں زیادہ سے زیادہ آئیں۔ ہم اپنے اخلاق سے، اپنے کردار سے قرآن کا مکمل نمونہ بنیں، تاکہ لوگوں میں اسلام کی سچائی جاگزیں ہو۔ میں اسلام سے متعلق مختلف کتابوں کا بھی مطالعہ کرتی رہتی ہوں۔ قرآن مجید کو میں نے سمجھ کر پڑھا اور مجھے لگا کہ حقوق العباد پر اسلام کا بہت زور ہے اور یہی حقوق العباد اسلام کا دائرہ وسیع کرنے میں بھی بہت معین ہے۔ ہمیں اپنی دعوت میں خوش اخلاقی کو مقدم رکھنا چاہیے۔ اب تک اللہ کے فضل سے میری ماں اور بھائی کے علاوہ تین اور لوگوں نے اسلام قبول کیا ہے۔ یہ میمونہ خاتون (سنینا کپور) محمد یوسف (راجن کپور) اور محمد زید (ستیش کمار) ہیں۔ میری اپنی کوشش ہے اور تمام لوگوں سے استدعا ہے کہ ہم میں سے ہر شخص داعی بنے اور دعوت کو جاری رکھے، اپنے بچوں کی اسلامی نہج پر تربیت کرے تاکہ وہ اسلام کے داعی بن کر ابھریں۔

آپکے دینی مسائل اور ان کا حل

ہلال (چاند) کو شعار اور علامت بنانا

سوال : مسلمانوں کے ہاں چاند اور ستارہ کس چیز کی علامت ہے، میں نے آپ کی ویب سائٹ پر اور اپنی لائبریری میں موجود مراجع میں اسے تلاش کرنے کی جستجو کی لیکن مجھے اس کے متعلق سوائے عثمانی دور حکومت کی علامت کے کچھ نہیں ملا؟

جواب: چاند اور ستارہ کو مسلمانوں کی علامت بنانے کی شریعت اسلامیہ میں کوئی اصل نہیں اور نہ ہی یہ دور نبوی اور خلفائے راشدین کے دور میں معروف تھا، بلکہ بنو امیہ کے دور میں بھی موجود نہیں تھا، یہ تو ان ادوار کے بعد کی پیداوار ہے، مؤرخین اس بارے میں اختلاف کرتے ہیں کہ اس کی ابتدا کب اور کیسے ہوئی اور کس نے اسے شروع کیا۔ ایک قول تو یہ ہے کہ اسے فارسیوں نے شروع کیا، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسے شروع کرنے والے اغریق تھے جو بعد میں کچھ وقائع کے زیر اثر مسلمانوں میں منتقل ہوا۔

دیکھیں: الترتیب الاداری للکتانی (1/320)

اس کا ایک سبب یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ جب مسلمانوں نے مغربی ممالک کو فتح کیا تو ان کے کنیسوں میں صلیب لٹک رہی تھی، مسلمانوں نے اس صلیب کے بدلہ میں ہلال رکھ دیا، اس بنا پر یہ لوگوں میں منتشر ہو گیا۔

سبب جو بھی ہو معاملہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے جھنڈے اور شعار سب کے سب شریعت اسلامیہ کے موافق ہونے ضروری ہیں، جبکہ ہلال کے شعار ہونے پر کوئی شرعی دلیل نہیں ملتی، اس لیے اولی اور بہتر یہ ہے کہ اسے ترک کر دیا جائے، چاند اور ستارہ مسلمانوں کا شعار نہیں گو کہ بعض لوگوں نے اسے بنا رکھا ہے۔

رہا مسئلہ چاند ستاروں میں اعتقاد کا تو مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ یہ اللہ تعالی کی مخلوق ہیں، ذاتی طور پر کسی کو نفع دے سکتے ہیں اور نہ ہی نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی زمینی حادثات میں ان کی کوئی تاثیر ہی ہے، انہیں تو صرف اللہ تعالی نے انسانوں کے فائدہ کے لیے پیدا فرمایا ہے، اسی کو اللہ تعالی نے اپنے اس فرمان میں ذکر کیا ہے: ''لوگ آپ سے ہلال کے بارے میں سوال کرتے ہیں آپ کہہ دیجیے کہ یہ تو لوگوں کے وقتوں اور حج کے موسم (کی جانکاری) کے لیے ہیں'' (البقرۃ 189)۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالی اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

''وہ اس سے اپنے دین کی حلتیں اور عورتوں کی عدت اور اپنے حج کا وقت معلوم کرتے ہیں، اللہ تعالی نے اسے مسلمانوں کے روزے رکھنے اور عید الفطر اور ان کی عورتوں کی عدت معلوم کرنے کا وقت بنایا ہے''۔ (تفسیر ابن کثیر)۔

ستاروں کے بارے میں علماء نے کہا ہے کہ اللہ تعالی نے ستاروں کو تین مقاصد کے لیے پیدا فرمایا ہے، انہیں آسمان کی زینت بنایا، شیاطین کو رجم کرنے کے لیے اور ایسی علامتیں بنایا جن سے راستہ معلوم کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

''اور وہ اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لیے ستاروں کو پیدا کیا تا کہ تم ان کے ذریعہ سے اندھیروں میں اور خشکی میں اور سمندر میں راستہ معلوم کر سکو''۔ (الانعام 97)

اور اللہ تبارک وتعالی کا فرمان ہے: ''بلاشبہ ہم نے آسمان دنیا کو چراغوں (ستاروں) سے مزین کیا ہے اور انہیں شیطانوں کے مارنے کا ذریعہ بنا دیا اور شیطانوں کے لیے ہم نے دوزخ کا عذاب تیار کیا ہے''۔ (الملک 5)

پھٹی ہوئی کرنسی آدھی قیمت میں خریدنے کا حکم

سوال : وہ پھٹی ہوئی کرنسی جس کا لوگ لین دین نہیں کرتے، لیکن کچھ بنک اسے نصف قیمت میں خریدتے ہیں، مثلاً وہ آپ سے سو ریال پھٹے ہوئے لے کر پچاس ریال دیں گے، اس کا حکم کیا ہے؟

جواب : یہ سوال ہم نے فضیلۃ الشیخ عبد الرحمن البراک حفظہ اللہ کے سامنے رکھا تو انہوں نے درج ذیل جواب دیا: "سونا سونے اور چاندی چاندی کے ساتھ تبدیل میں قاعدہ اور اصول یہ ہے کہ وہ برابر برابر اور ایک دوسرے کی مثل ہو، اور اس میں ٹوٹے ہوئے اور عیب دار کا کوئی فرق نہیں۔

اور اس وقت اشیاء کی قیمت کے اعتبار سے کاغذ کی کرنسی سونے اور چاندی کے قائم مقام ہے، لیکن سونے اور چاندی کے سارے اصول اور احکام کاغذی کرنسی پر لاگو کرنا ممکن نہیں، کیونکہ کاغذ کی کرنسی کی ذاتی طور پر کوئی قیمت نہیں، بلکہ اسکی قیمت تو حکومت کے اعتماد کی بنا پر حاصل ہوتی ہے''۔

اس لیے میں کہتا ہوں: پھٹے ہوئے نوٹ آدھی قیمت میں لینے میں کوئی مانع نہیں، کیونکہ وہ پھٹنے کے بعد اپنی اصلی قیمت کھو چکے ہیں۔

کمیشن لینا

سوال : اگر کسی فیکٹری یا کسی دکان کا مالک میرے واسطہ سے بیچے ہوئے مال پر کچھ کمیشن دے تو کیا یہ مال حلال ہے؟

جواب : جب کسی فیکٹری والا یا کوئی تاجر آپ کے واسطہ سے بیچے ہوئے ہر مال پر کچھ نہ کچھ رقم دے کیونکہ آپ نے اس کے لیے خریدار تلاش کیا ہے، لیکن اس بنا پر وہ مال کی قیمت میں زیادتی نہ کرے اور نہ ہی اس میں بیچنے والے دوسرے تاجروں پر کوئی نقصان ہو، وہ اس طرح کہ فیکٹری یا تاجر اسی ریٹ پر مال بیچے جس پر وہ دوسروں کو بیچتا ہے تو یہ جائز ہوگا، اور اس میں کوئی ممانعت والی چیز نہیں ہے۔

لیکن اگر وہ رقم جو آپ کو فیکٹری والے یا دوکاندار سے مل رہی ہے سامان کی قیمت میں زیادہ کر کے خریدار سے وصول ہو رہی ہو تو آپ اسے نہ تو لے سکتے ہیں اور نہ ہی فروخت کرنے والے کے لیے ایسا کرنا جائز ہے، اس لیے کہ اس میں سامان کی قیمت زیادہ کر کے خریدار کو نقصان پہنچایا جا رہا ہے۔

(فتاوی اللجنۃ الدائمۃ 13/130)

چھپکلی مارنا

سوال : کیا چھپکلی کو مارنا ثابت ہے، اور کیا اس کو مارنے میں اجر وثواب ہے؟

جواب : چھپکلی کو مارنے کی بہت سی دلائل ہیں جن کی بنا پر اسے مارنا مشروع ہے۔ صحیحین وغیرہ میں سعید بن مسیبؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ ام شریک رضی اللہ تعالی عنہا نے انہیں بتایا کہ نبی ﷺ نے انہیں چھپکلیوں کو مارنے کا حکم دیا تھا۔

اور بخاری کی روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''یہ ابراہیم علیہ السلام پر پھونک مارتی تھی یعنی اس آگ پر پھونک مارتی تھی جس میں ابراہیم علیہ السلام کو ڈالا گیا تھا''۔

نبی ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ''جس نے چھپکلی کو پہلی ضرب میں قتل کیا تو اسے اتنی اتنی نیکیاں ملیں گی، اور جس نے دوسری ضرب میں قتل کیا تو اس کو اتنی اتنی نیکیاں پہلے سے کم ملیں گی، اور اگر اس نے تیسری ضرب میں قتل کیا تو اس کو اتنی اتنی نیکیاں دوسری سے کم ملیں گی''۔ (مسلم)

ہاتھ میں دھاگے باندھنا یا گلے میں تعویز لٹکانا

سوال : ہاتھ میں دھاگے باندھنے یا گلے میں تعویز لٹکانے کا کیا حکم ہے؟

جواب : دھاگے اور پٹے وغیرہ باندھنے جائز نہیں ہیں۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: ''جس نے تعویذ لٹکایا اللہ تعالی اسکے کام کو پورا نہ کرے'' (احمد)۔ اور فرمان نبوی ﷺ ہے: ''جس نے کوئی چیز لٹکائی وہ اسی کے سپرد کر دیا گیا''۔ (احمد، ترمذی) اور فرمایا: ''جس نے تعویذ لٹکایا اس نے شرک کیا'' (احمد)

بلکہ نبی پاک ﷺ نے اسے کاٹنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک مرتبہ ایک آدمی کو دیکھا کہ اس نے ہاتھ میں پیتل کا ایک کڑا پہن رکھا تھا، آپ نے اس سے پوچھا کہ یہ کڑا کیسا ہے؟ اس نے کہا: یہ کمزوری کی وجہ سے ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿انزعها فانها لا تزيدك الا وهنا وانك لو مت وهي عليك ما أفلحت أبدا﴾ اسے اتار دے کیونکہ یہ تیری بیماری اور کمزوری میں مزید اضافہ کرے گا اور اگر اسے پہنے ہوئے مر گئے تو کسی صورت میں کامیاب نہیں ہو سکتے''۔ (سنن ابن ماجہ)

بارہا بدلا ہے اس نے راستہ تقدیر کا.....



وہ ایک شکاری تھا، مچھلیاں شکار کرنا اُس کا مرغوب مشغلہ تھا۔اس کا گل بھی جادوئی چھڑی کی مانند مچھلیاں پکڑ لاتا اور پل بھر میں اس آبی جانور کا ڈھیر لگ جاتا...اُس کے اِس کمالِ ہنر سے ساتھی شکاری اُس سے حسد بھی کرتے تھے۔ایک دن غضب ہوگیا، وہ نہر میں گل ڈالتا تو مچھلیاں اُس میں اٹک جاتیں اور جب گل باہر نکالتا تو چھوٹی مچھلیوں کو تو جمع کر لیتا مگر بڑی کو پھر سے پانی میں چھوڑ دیتا...اُس کے ساتھی جلے بُنے تو تھے ہی اُس کی اِس مجنونانہ حرکت کو دیکھ کر اُس پر ٹوٹ ہی پڑے.... چلاتے ہوے پوچھا کہ یہ کیسی حماقت کر رہے ہو؟ اُس نے بڑی سادگی سے کہا...

''میرے گھر کی ہانڈی چھوٹی ہے،اُس میں بڑی مچھلی نہیں سماتی، اِس لیے اُنہیں واپس پانی میں ڈال رہا ہوں''

بہت ممکن ہے کہ یہ کہانی ہمیں جھوٹی لگے۔مگر اس کی صداقتیں آج انسانی زندگی میں ہر سو نظر آتی ہے....ایسا لگتا ہے کہ آج کے ہر انسان نے زندگی کو اپنے حساب سے جینے کی دل میں ٹھانی ہے۔جس دن انسان کے من میں یہ بات آئی ہے وہ زندگی کی بازی ہار بیٹھا ہے۔ لوگ کہتے ہیں''جتنی چادر اتنا ہی پیر پھیلاؤ''...لوگ اس محاورے کو قناعت کی مثال کے طور پر بولتے ہیں۔فرد کی زندگی میں یہ نصیحت 'خیر خواہی' کہلائے تو کہلائے...مگر قومی زندگی میں اس پر عمل درآمد نے ایک قوم کو صدیوں پیچھے چھوڑ دیا ہے۔

''رو رہی ہے آج اک ٹوٹی ہوی مینا اُسے
کل تلک گردش میں جس ساقی کے پیمانے رہے
آج ہیں خاموش وہ دشتِ جنوں پرور جہاں!
رقص میں لیلا رہی ، لیلا کے دیوانے رہے''

زندگی کی سب سے بڑی سچائی یہ ہے کہ اس نے انسان کو جینے کا ہنر دیا۔اور اس کی سب سے تلخ سچائی یہ ہے کہ خود انسان ہی لیلائے حیات کے ساتھ عہد وفا نبھا نہ سکا .....اور آج وہ اس نتیجہ پر پہنچ چکا ہے کہ:

''کتنی مشکل زندگی ہے اور کس قدر آساں ہے موت''

زندگی کو جیتے جیتے انسان خود زندگی پر بوجھ بن گیا ہے۔غموں کا ایک دھارا ہے جس نے خوشیوں پر دھاوا بول دیا ہے۔ منفی سوچوں نے سفینۂ حیات کو ڈگ مگ کر دیا ہے تو کج فکری سے منزل دور ہوتی جارہی ہے۔

'' موت کیا؟ اک لفظ بے معنی
جس کو مارا، حیات نے مارا ''

چادر چھوٹی ہو اور پیر اس میں نہ سما سکتے ہوں تو یہ حماقت ہی کہلائے گا کہ آدمی اپنے پیروں ہی کو کاٹ ڈالے۔آدمی کے بس میں ہے کہ وہ چادر کو لمبی کرنے کے لیے کوشش کرے۔اگر کوئی اس بنا پر ہاتھ آئی مچھلیاں پھر سے سمندر میں ڈالتا ہے کہ اس کے پاس انہیں محفوظ کرنے والا برتن نہیں ہے تو یہ اس کی دیوانگی نہیں تو اور کیا؟!

یہ ممکنات کی دنیا ہے... امکانات کو خدا کی مرضی پر چھوڑ دینا اور ہاتھ جھاڑ بیٹھنا ایمان نہیں ہے....خدائی مرضی کی تکمیل کا انسانی محنت پر تکیہ ہے۔کھیل میں ہارنے والا اناڑی نہیں ہوتا مگر جو ہارنے کے لیے کھیلے اُسے کوئی اور نام دیا بھی نہیں جاسکتا۔

انسان بہت دور سے چل کر آیا ہے اور زندگی کو لمحہ لمحہ جی کر آیا ہے ،اس کی حلاوتوں کو اس نے اپنے اندر سمیٹا ہے...اس کی تلخیوں کو گوارا کیا ہے ...اس کی راحتوں میں خود کو کھویا ہے اس کی کٹھنائیوں کو جھیلا ہے،اس کی تاریکیوں میں گم ہوا ہے،اس کے اجالوں میں اپنی منزل ڈھونڈ نکالی ہے،اس کی خلوتوں کا وہ ہمراز بنا ہے اور اس کی جلوتوں میں خود پر ناز کیا ہے۔کتنی سچائی ہے کسی کی اس بات میں... ''میں چلا...میں چلا...اِس گلی اُس گلی
اِس ڈگر اُس ڈگر اِس طرف اُس طرف...
ساتھ میرے چلے...زندگی کا سفر.....''

یہ انسان کی اپنی آپ بیتی ہی تو ہے...کب تھکا ہے وہ؟ کب اس نے ہار مانی ہے؟ کس سے ممکن ہوا ہے کہ اُس کا راستہ روک سکے؟ دستِ قدرت میں روپ پانے کے بعد... مسجودِ ملائکہ ہونے کا مقامِ شرف کو چھو لینے کے بعد... باغ جنت کے چند روزہ عیش فراغت کا مزہ چکھ لینے کے بعد...جب انسان کو زمین کی خلافت عطا ہوی تو کیا تھا اُس کے پاس؟ خلد سے آدمی نکلا تو تہی دست تھا،صرف ایک نصیحت تھی کہ''جو میری ہدایت کی پیروی کریں گے،نہ ڈر ان کو آ لپکے گا نہ غم کوئی بے چین کرے گا''

ربّ کن فکان سے راز کن فکاں لے کر انسان نے اپنے سفر کا آغاز کیا تھا....منزل دور، راستہ کٹھن اور گھات میں شیطان... اس نے بھی راہیں ڈھونڈیں مشکل مشکل .... عالمِ ملکوتی میں اُسے جو سبق ملا تھا یہی تھا کہ

تو شاہیں ہے، پرواز ہے کام تیرا
ترے سامنے آسماں اور بھی ہیں
اِسی روز و شب میں اُلجھ کر نہ رہ جا
کہ تیرے زمان و مکاں اور بھی ہیں

پھر دورِ زمان و گردشِ ایام نے بھی ثابت کر دیا کہ اس سرشتِ خاکی میں کیسی کیسی انقلاب آفرینی ہے۔ذرّۂ خاک نے خاک نشینی کو اپنا مزاج کبھی نہ بننے دیا۔زندگی کے تھکا دینے والے سفر میں شاہین نظری ہی انسان کی فطرت رہی ہے۔روز مرہ زندگی کی ضروریات کی تکمیل اور موذی جانداروں سے اپنی حفاظت کی ضرورت نے اُسے لکڑیوں کے دور سے پتھر کے زمانے میں لے آیا۔اُس کے سیمابی ذہن نے اس پر اکتفا نہ کیا۔اُس نے دھات کو دریافت کیا۔اپنے خوابوں کو تعبیر کا روپ اور سوچ کو تصویر کا رنگ دیا۔آرزوؤں کو جگایا اور حسنِ تدبیر سے زندگی کی زلفیں سنواریں۔اُس کی رفعت کی تمنا اور جولاں طبعی کو اقبال نے دیکھا تو چلا اُٹھے۔

اس ذرّہ کو رہتی ہے وسعت کی ہوس ہر دم
یہ ذرّہ نہیں، شاید سمٹا ہوا صحرا ہے
چاہے تو بدل ڈالے ہیئت چمنستاں کی
یہ ہستی دانا ہے ، بینا ہے ، توانا ہے

قومی زندگی میں 'قناعت' یا 'کم پر اکتفا کرنا'....اسلامی تعلیمات میں اس کے لیے کوئی دلیل ہے اور نہ انسانی تاریخ میں اس کے لیے کوئی حوالہ مل سکتا ہے۔

ایک انتہائی فقیر شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے آپؐ کے آگے دست سوال بڑھایا...آپؐ نے پوچھا کیا تیرے گھر میں کوئی چیز ہے؟ اس نے کہا:''ہاں، ایک چادر ہے جس کا ایک حصہ بدن ڈھانپنے کو استعمال کرتے ہیں تو دوسرا حصہ بچھا کر سو جاتے ہیں، اور ایک پیالہ ہے جو پانی پینے کے کام آتا ہے''۔ آپؐ نے فرمایا اُن دونوں کو میرے پاس لے آؤ...اس نے ایسا ہی کیا۔ آپ ﷺ نے ان دونوں چیزوں کو اپنے ہاتھ میں لیا اور ندا لگائی کہ''کوئی ہے جو ان دونوں کو مجھ سے خریدے؟'' ایک شخص آگے بڑھا اور اس نے کہا کہ''ایک درہم میں مجھے چاہیے''۔آپ ﷺ نے پھر بولی لگائی کہ''کوئی ہے جو ایک درہم سے زیادہ ادا کر سکتا ہے؟''کسی نے جواب نہیں دیا تو آپؐ نے دوسری اور تیسری بار آواز لگائی ... اِس بار ایک دوسرے شخص نے کہا کہ میں اُنہیں دو درہموں میں خرید سکتا ہوں۔آپؐ نے سامان اس کے حوالے کر دیا اور دو درہم لے کر اُس غریب شخص کو دیتے ہوے فرمایا کہ''ایک درہم کا اپنے لیے اور اپنے گھر والوں کے لیے کھانا پانی خریدو اور دوسرے سے ایک کلہاڑا خرید کر میرے پاس آؤ۔اس نے حکم کی تعمیل کی...آپ ﷺ نے خود اپنے دستِ مبارک سے اس میں لکڑی کا دستہ بٹھایا اور کہا کہ جاؤ اس سے لکڑیاں کاٹ لاؤ اور انہیں بیچ کر اپنی ضرورتیں پوری کر لو...اور ہاں...اگلے پندرہ دنوں تک تم میری نظر میں نہیں آؤ گے...پھر جب وہ آیا تو اس کے پاس دس درہم تھے....''

اس سے پتا چلتا ہے کہ ایک مثبت سوچ اور حسنِ تدبیر سے صرف ایک فرد ہی کو نہیں بلکہ پورے سماج کو گرنے سے بچایا جاسکتا ہے۔

عالمی خبریں

سعودی عرب کا جرأت مندانہ قدم

ریاض ۔سعودی عرب نے گستاخانہ کارٹون شائع کرنے پر ڈنمارک سے باہمی تعاون کا مجوزہ معاہدہ مسترد کردیا۔سعودی شوریٰ کونسل کے ۱۵۶ارکان نے ڈنمارک سے باہمی تعاون کے معاہدے کے خلاف ووٹ ڈالا اور کہا کہ اخبار میں گستاخانہ کارٹون شائع کرکے ڈنمارک نے دنیا کے مسلمانوں کی دل آزاری کی، اس لئے ڈنمارک سے باہمی تعاون کے مجوزہ معاہدے کی توثیق نہ کی جائے۔

قرآن مجید کے نسخہ کی نمائش

ابوظبی ۔مغل شہنشاہ شاہجہاں کے فرزند اورنگ زیب کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ۳۰۰ سال قدیم پرانے قرآن مجید کے نسخہ کو جرمنی میں نمائش کے لیے پیش کیا جائے گا۔اورنگ زیب نے ۱۶۵۸ سے ۱۷۰۷ء تک حکومت کی تھی۔اس دوران انہوں نے اپنی ذاتی مشقت کے ساتھ کتابت کرتے ہوئے کئی قرآن مجید کے نسخے لکھیں اور اس سے حاصل ہونے والی آمدنی ہی سے اپنا گزارا کرتے تھے۔ان کی کتابت کردہ قرآن مجید کے نسخہ کی امارات کے ایک شہری کی جانب سے جرمن میں نمائش کی جائے گی اور توقع ہے کہ قرآن مجید کے اس نادر نسخہ کو خریدنے کے لیے بولی دی جائے گی۔

آب زمزم پلانٹ کا افتتاح

مکہ مکرمہ ۔سعودی عرب کے فرمانروا خادم الحرمین الشریفین شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز نے مکہ مکرمہ میں آب زمزم کے ایک نئے پروجیکٹ کا افتتاح کیا ہے۔زمزم پلانٹ سے یومیہ ۵۰ لاکھ لیٹر خالص پانی فراہم کیا جاسکے گا۔زمزم کا پانی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ کے شیر خوار بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پیاس بجھانے کے بہانے اللہ تعالی نے تقریباً ۴ ہزار سال قبل ایک معجزے کی صورت میں مکہ مکرمہ کے بے آب وگیاہ ریگستان میں جاری کیا تھا جو آج تک جاری ہے۔

۱۸۰ ۔امریکی مشرف بہ اسلام

واشنگٹن۔امریکہ کی ریاست فلوریڈا کے ایک عیسائی پادری کی جانب سے قرآن پاک کی بے حرمتی کی دھمکی کے بعد غیر مسلم شہریوں کے اسلام کی جانب رجحان میں غیر معمولی اضافہ ہوا ہے۔اور ۱۸۰ امریکیوں نے اسلام قبول کرلیا ہے۔اور قابل ذکر بات یہ ہے کہ یہ مشرف بہ اسلام ہونے والے امریکی مبلغ اسلام بن کر ابھر رہے ہیں۔

اسلام کی شدت کے ساتھ مخالفت کرنے والوں اور اس کے حامیوں کے درمیان پیدا ہونے والے تنازعات نے امریکیوں کو اسلام اور سیرت النبی ﷺ کے مطالعہ کی طرف مائل کیا جو بالآخران کے دائرہ اسلام میں داخلہ کا باعث بن گیا۔

غیر شادی شدہ ماؤں کا اسکول

کوالالمپور۔ملیشیا کے شہر ملاکا میں غیر منکوحہ حاملہ لڑکیوں کے لیے قائم کیے جانے والا اسکول شروع ہوگیا۔اس طرح کے اسکول قائم کرنے کا مقصد ایسے بچوں کو تحفظ دینا ہے جنہیں ان کی مائیں پیدائش کے بعد لاوارث چھوڑ دیتی ہیں۔ملیشیائی حکام کے مطابق ملک کے جنوب میں قائم کیا جانے والا یہ اسکول غیر منکوحہ لڑکیوں کو شادی سے پہلے اولاد پیدا کرنے کی ندامت سے نجات دلانے میں اہم کردار ادا کرے گا۔اس طرح کے اسکول قائم ہونے سے غیر منکوحہ حاملہ لڑکیاں اپنے خاندان اور ہمسایوں سے اپنی زچگی چھپانے میں کامیاب ہوجائیں گی۔اس طرح کے اسکول قائم کرکے ملیشیائی حکومت نے مزید زنا کاری کا موقع فراہم کردیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر ٹی وی سیریز

دبئی ۔دبئی میں قائم ایم بی سی گروپ نے قطر پبلک میڈیا گروپ کے ساتھ ایک معاہدے پر دستخط کئے ہیں، جس کے تحت خلیفہ دوم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی زندگی، شخصیت، کردار اور کارناموں کے بارے میں ٹیلی ویژن سیریز تیار کی جائے گی جو آئندہ سال رمضان المبارک کے دوران نشر کی جائے گی۔اس سیریز کو عالم اسلام میں زیادہ بولی جانے والی بڑی زبانوں اردو، فارسی ، وغیرہ زبانوں میں ڈب کیا جائے گا اور اسے انگریزی ، فارسی اور دوسری زبانوں میں بھی سب ٹائیٹل کے ساتھ نشر کیا جائے گا۔سیریز کو پیش کرنے کا بنیادی مقصد اسلامی تاریخ کے بارے میں غلط فہمیوں کو دور کرنا اور اس حوالے سے ارادی یا غیر ارادی طور پر پھیلائے گئے تصورات کی تحقیق کرکے تاریخ کی درست تصویر پیش کرنا ہے۔

اسکول جانے سے محروم بچے

نیویارک ۔دنیا میں چھ کروڑ ۹۰ لاکھ بچے اسکول نہیں جاتے جنہیں بنیادی تعلیم بھی دے دی گئی تو کوئی سترہ کروڑ دس لاکھ لوگوں کو غریبی کے دائرے سے باہر نکالا جاسکتا ہے لیکن غریب ترین ملکوں میں مالی بحران نے بچوں کی تعلیم میں بہتری کے قدم روک رکھے ہیں۔

ایک ارب افراد خوراک سے محروم

نیویارک ۔سی ایم ڈی۔عالمی ادارہ خوراک وزراعت (ورلڈ فوڈ پروگرام) کے مطابق دنیا میں تقریباً ایک ارب (۹۲۵ملین) افراد خوراک سے محروم ہیں۔ادارے کی جاری کردہ ایک حالیہ رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ دنیا بھر میں کھانے سے محروم افراد کی تعداد امریکہ، کنیڈا، اور یورپی یونین کی ممالک کی مشترکہ آبادی سے بھی زیادہ ہوگئی ہے۔ رپورٹ میں انکشاف بھی کیا گیا ہے کہ خوراک سے محروم افراد کی ۶۵ فیصد آبادی دنیا کے صرف سات ممالک یعنی ہندوستان، چین، کانگو، بنگلہ دیش، انڈونیشیا، پاکستان اور ایتھوپیا میں رہائش پذیر ہے۔آج جب ان ممالک میں اہل ثروت کو دیکھیں تو پتہ ہی نہیں چلے گا کہ یہ افراد ایک ایسے ملک سے تعلق رکھتے ہیں جہاں ایک بڑی تعداد بغیر کھائے پیئے سوجاتی ہے۔

بانجھ پن کے معالج کو نوبل انعام

اسٹاک ہوم ۔برطانوی فزیولوجسٹ رابرٹ ایڈورڈس کو جنہوں نے انسانی بانجھ پن کے علاج میں انقلاب لایا تھا میڈیسن یا فزیالوجی کے لئے ۲۰۱۰ء کے نوبل انعام کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔ان کی تحقیق کو ساری دنیا میں ۴ملین کے لگ بھگ بچوں کی پیدائش مدد کے لئے استعمال کیا گیا تھا۔میڈیسن میں روایتی طور پر یہ پہلا نوبل انعام ہے جس کو اب ہر سال پیش کیا جائے گا۔

۹۰۰ انارکین وطن کا قبول اسلام

دبئی۔متحدہ عرب امارات میں محکمہ اسلامی امور واعمال صالحہ کے مطابق گزشتہ ایک سال سے کم عرصہ میں انیس سو غیر مسلم تارکین وطن دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ان افراد میں سے ۴۰۰ نے رمضان المبارک میں اسلام قبول کیا ہے۔مشرف بہ اسلام ہونے والوں کا تعلق دنیا کے ۲۵ ملکوں سے ہے۔مشرف بہ اسلام ہونے والوں کا تاثر ہے کہ انہوں اسلام کو سوچ سمجھ کر اور مکمل شعور کے ساتھ بطور مذہب قبول کیا ہے۔ان پر کسی قسم کا داخلی دباؤ نہیں تھا۔

تمباکو نوشی پر مکمل پابندی

فن لینڈ: فن لینڈ تمباکو نوشی پر مکمل پابندی عائد کرنے والا پہلا ملک بن جائے گا جہاں سگریٹ نوشی پر مکمل پابندی ہوگی۔، تمباکو نوشی کے خلاف قانون بنانے والی کمیٹی کے رکن اسمو نومنین نے بتایا کہ تمباکو نوشی پر مرحلہ وار پابندی عائد کی جائے گی۔ پہلے مرحلہ میں کم عمر افراد کو سگریٹ فروخت کرنے پر مکمل پابندی عائد کردی گئی ہے اور کم عمر افراد سے سگریٹ برآمد ہونے کو جرم قرار دیا گیا ہے اور کم عمر افراد کو سگریٹ فروخت کرنا اور فراہم کرنا مجرمانہ فعل ہوگا جسکی سزا 6 ماہ قید ہوگی۔

کیا آپ "مصباح" کو پسند کرتے ہیں؟ کیوں؟
کیا آپ کو "مصباح" پسند نہیں آیا؟ کیوں؟
اپنے خیالات کو ہمارے ساتھ شیئر کیجیے،
ہمیں آپ کے جواب کا انتظار رہے گا۔

IPC کے شب وروز





عیدالفطر کی مناسبت سے نومسلم بھائیوں کے لیے تفریحی پروگرام

سابقہ روایات کے مطابق امسال بھی عیدالفطر کی مناسبت سے نومسلم بھائیوں کو عید کی خوشی میں شریک کرنے کے لیے ہر زبان میں الگ الگ پروگرام کا نظم کیا گیا۔ ہندی زبان کے نومسلموں کے لیے کویت کے چڑیا گھر میں ایک تفریحی پروگرام رکھا گیا تھا جس میں دعاۃ کے علاوہ ہندی زبان کے ۱۵ نومسلم بھائیوں نے شرکت کی، جانوروں کی دنیا میں اللہ کی نشانیاں دیکھنے اور ایمان تازہ کرنے کے لیے سارے نومسلم بھائی ایک گھنٹہ تک چڑیا گھر کے مختلف جہات میں گھومتے اور بھانت بھانت کے جانوروں اور پرندوں کا مشاہدہ کرتے رہے۔

اس کے بعد چڑیا گھر کے ایک گوشہ میں حسب ترتیب سبزہ پر تربیتی لیکچرز کا نظم کیا گیا۔ مولانا صفات عالم محمد زبیر تیمی صاحب نے نومسلم بھائیوں کو عید سعید کی مبارکباد پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ اسلام دین فطرت ہے جو فطری تقاضوں کو پورا کرنے کو نہ صرف جائز قرار دیتا ہے بلکہ اس کی ہمت افزائی کرتا ہے، عید کا دن تھا، حضور اکرم ﷺ کے گھر ابوبکرؓ تشریف لائے، دیکھا کہ چند بچیاں جنگ بعاث میں صحابہ کرام کی شجاعت و دلیری پر مشتمل اشعار گا رہی ہیں، ابوبکرؓ فوراً بول اٹھے: کیا رسول اللہ ﷺ کے گھر میں شیطان کی بانسری؟ آپ نے فرمایا: ابوبکر ہر قوم کی عید ہوتی ہے اور آج ہماری عید ہے۔

مولانا اعجاز الدین عمری صاحب نے عید کا پیغام پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ اسلام نہ رہبانیت اور ترک دنیا کا قائل ہے اور نہ دنیا پرستی کی تعلیم دیتا ہے بلکہ اسلامی تعلیمات اعتدال پسند، متوازن اور افراط وتفریط سے پاک ہیں، اسلام نے اپنے ماننے والوں کے لیے سال میں دو دن (عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ) ایسے متعین کیے جن میں مسلمان شرعی دائرے میں رہتے ہوئے خوشی ومسرت کا اظہار کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ عید کا تہوار خوشیوں اور مسرتوں کا پیغام لے کر آتا ہے، عید ہمیں ایثار وقربانی، یتیموں اور بیواؤں کی دست گیری، الفت ومحبت، اخوت وبھائی چارگی، اور مساوات کی تعلیم دیتی ہے، عید صرف گلے مل لینے کا نام نہیں بلکہ آپس میں دلوں کے ملنے کا نام ہے، عید کا پیغام ہے کہ ہم خود کے لیے نہیں بلکہ دوسروں کے لیے جینا سیکھیں۔

مولانا کرم اللہ منصور مدنی صاحب نے اسلام کی عظمت اور اسکی آفاقیت پر روشنی ڈالتے ہوئے نومسلم بھائیوں کو خطاب فرمایا کہ اسلام ہمارے پاس سب سے قیمتی سرمایہ ہے جسے ہم نے کویت میں آکر حاصل کیا ہے، حقیقت یہ ہے کہ کویت سے آپ اربوں روپئے کما کر جائیں لیکن پھر بھی وہ اسلام کی نعمت کا متبادل نہیں بن سکتے کیونکہ یہ فانی دنیا کے سامان ہیں جبکہ آپ نے ہمیشہ رہنے والی دنیا کو پہچان لیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اسلام ہی ساری انسانیت کا مذہب ہے، آخرت میں نجات کا دارومدار اسی دین پر منحصر ہے، اس لیے ہم سب اسلام کو اپنی عملی زندگی میں جگہ دیں، اسے سیکھنے کی کوشش کریں اور اپنے رشتے دار اور خاندان کو اسکی طرف دعوت دیں۔

پروگرام کے اخیر میں چند نومسلم بھائیوں نے یکے بعد دیگرے اپنے تاثرات پیش کیے اور اپنی اسلام سے ماقبل اور مابعد کی زندگی پر روشنی ڈالی جس سے حاضرین کا ایمان تازہ ہوا۔ اس طرح یہ ایمان افروز تفریحی پروگرام تقریباً رات کے ۸ بجے عشائیہ پر اختتام پذیر ہوا۔

حفظ قرآن کے نویں انعامی مقابلہ کے انعام یافتگان

ipc کے زیر اہتمام حفظ قرآن کے نویں انعامی مقابلہ میں پوزیشن حاصل کرنے والوں کے نام مع گروپ اور زمرہ ذیل میں درج کیے جارہے ہیں، پہلی دوسری اور تیسری پوزیشن نام کی ترتیب کے اعتبار سے ہوگی۔

پہلا گروپ : ۱۵ سال سے کم عمر والوں کے لیے

زمرۂ اول: (ایک پارہ) احمد عبداللہ ندیم، شیخ بلال، جاسم عبداللطیف جابر

زمرۂ دوم: (آدھا پارہ) شیخ عمر فیروز عبدالرحمٰن، عبدالوہاب سالم امیرول، عبداللہ حریص محمد

زمرۂ سوم: (۱۳ سورتیں) شیخ حذیفہ فیروز عبدالرحمٰن، حذیفہ بوراحسینیاہ، محمد سالہان محمد نصری۔

دوسرا گروپ : نومسلموں کے لیے

زمرۂ اول: کسی نے شرکت نہیں کی

زمرۂ دوم: (۲۰ سورتیں) شینبیان (عبدالرحمٰن)، ارول موروغان (سلیم)، راتنایا کا (عبداللہ)۔

زمرۂ سوم: (۱۲ سورتیں) سوبرامانیان (احمد عمر حسن)، رامیل (محمد ايد)، لوما راسینج ہالجاما راوی۔

زمرۂ چہارم: (۷ سورتیں) کوندوروسانکاراجو (عبدالرزاق) جوناتان برحا (عبداللہ) مانویل ماکندو (عیسیٰ)۔

تیسرا گروپ : غیرعرب مسلمانوں کے لیے

زمرۂ اول: (۳ پارے) حفیظ فرید احمد، محمد عمر فاروق حافظ، اسد الرحمٰن فضل الرحمٰن۔

زمرۂ دوم: (۲ پارے) عبداللہ عارف جاوید، حفیظ علاء الدین اسماعیل، محمد عمر شہزاد۔

زمرۂ سوم: (ایک پارہ) زارک خان عرفان الرحمٰن، خالد حافظ محمد شعیب، بابر انعام الحق۔

زمرۂ چہارم: (آدھا پارہ) فوزیا سین محمد، خالد عادل شاہ محمد اخلاص، ہارون الرشید

یہاں ہر چیز بکتی ہے

جوانی، حسن، غمزے، عہد، پیماں، قہقہے، نغمے
رسیلے ہونٹ، شرمیلی نگاہیں، مرمریں باہیں
یہاں ہر چیز بکتی ہے.....
خریدارو! بتاؤ..... کیا خریدو گے؟

بھرے بازو، گٹھیلے جسم، چوڑے آہنی سینے
بلکتے پیٹ، روتی غیرتیں، سہمی ہوی آہیں
یہاں ہر چیز بکتی ہے.....
خریدارو! بتاؤ..... کیا خریدو گے؟

زبانیں، دل، ارادے، فیصلے، جانبازیاں، نعرے
یہ آئے دن کے ہنگامے، یہ رنگا رنگ تقریریں
یہاں ہر چیز بکتی ہے.....
خریدارو! بتاؤ..... کیا خریدو گے؟

صحافت، شاعری، تنقید، علم و فن، کتب خانے
قلم کے معجزے ، فکر و نظر کی شوخ تصویریں
یہاں ہر چیز بکتی ہے.....
خریدارو! بتاؤ..... کیا خریدو گے؟

اذانیں، سنکھ، حجرے، پاٹھ شالے، داڑھیاں، قشقے
یہ لمبی لمبی تسبیحیں، یہ موٹی موٹی مالائیں
یہاں ہر چیز بکتی ہے.....
خریدارو! بتاؤ..... کیا خریدو گے؟

علی الاعلان ہوتے ہیں یہاں سودے ضمیروں کے
یہ وہ بازار ہے جس میں فرشتے آکے بک جائیں
یہاں ہر چیز بکتی ہے.....
خریدارو! بتاؤ..... کیا خریدو گے؟

قتیلؔ شفائی

غزل

عشق میں غیرت جذبات نے رونے نہ دیا
ورنہ کیا بات ہے؟ کس بات نے رونے نہ دیا

آپ کہتے تھے کہ رونے سے نہ بدلیں گے نصیب
عمر بھر آپ کی اس بات نے رونے نہ دیا

ان سے مل کر ہمیں رونا تھا، بہت رونا تھا
تنگیٔ وقت ملاقات نے رونے نہ دیا

رونے والوں سے کہو ان کا بھی رونا رولیں
جن کو مجبوریٔ حالات نے رونے نہ دیا

ایک دو روز کا صدمہ ہوتو رولیں آخر
ہمکو ہر روز کے صدمات نے رونے نہ دیا

سُدرشن پاٹھک

الأمانة العامة للأوقاف

CAMS
معهد كامز للتدريب الأهلي
CENTRE FOR COMPUTER & MANAGEMENT STUDIES

وزارة الاوقاف کے زیراہتمام
غیرعرب کے لیے عربی کورس کا اہتمام
IPC کی ہر شاخ میں کیا جارہا ہے



IPC کے کسی قریبی شاخ میں اپنا نام درج کرالیں

مفت

کلاس کی مکمل مدت 32 گھنٹے
عمدہ اور معیاری طرز تعلیم
کلاس روم کے بہترین انتظامات

Hot Line: 94066743, 94066954
www.ipc-kw.com

IPC
لجنة التعريف بالإسلام
ISLAM PRESENTATION COMMITTEE
جمعية النجاة الخيرية

... رحمة للعالمين

KPCC	Al mulla saleh	Salwa	Sharq	Aware Center	Rawda	Salimiyah	Farwaniyah	Almangaf	Al-Jahra
24712574	22444117	25637900	22418934	25335260	22511301	25733263	24735627	23723002	24558830
97802777	65159513	94064491	22418917	25335280	22512257	97533263	99868285	99256165	97509063
			94066743	97310826	97290278		99285459	99630946	67720696